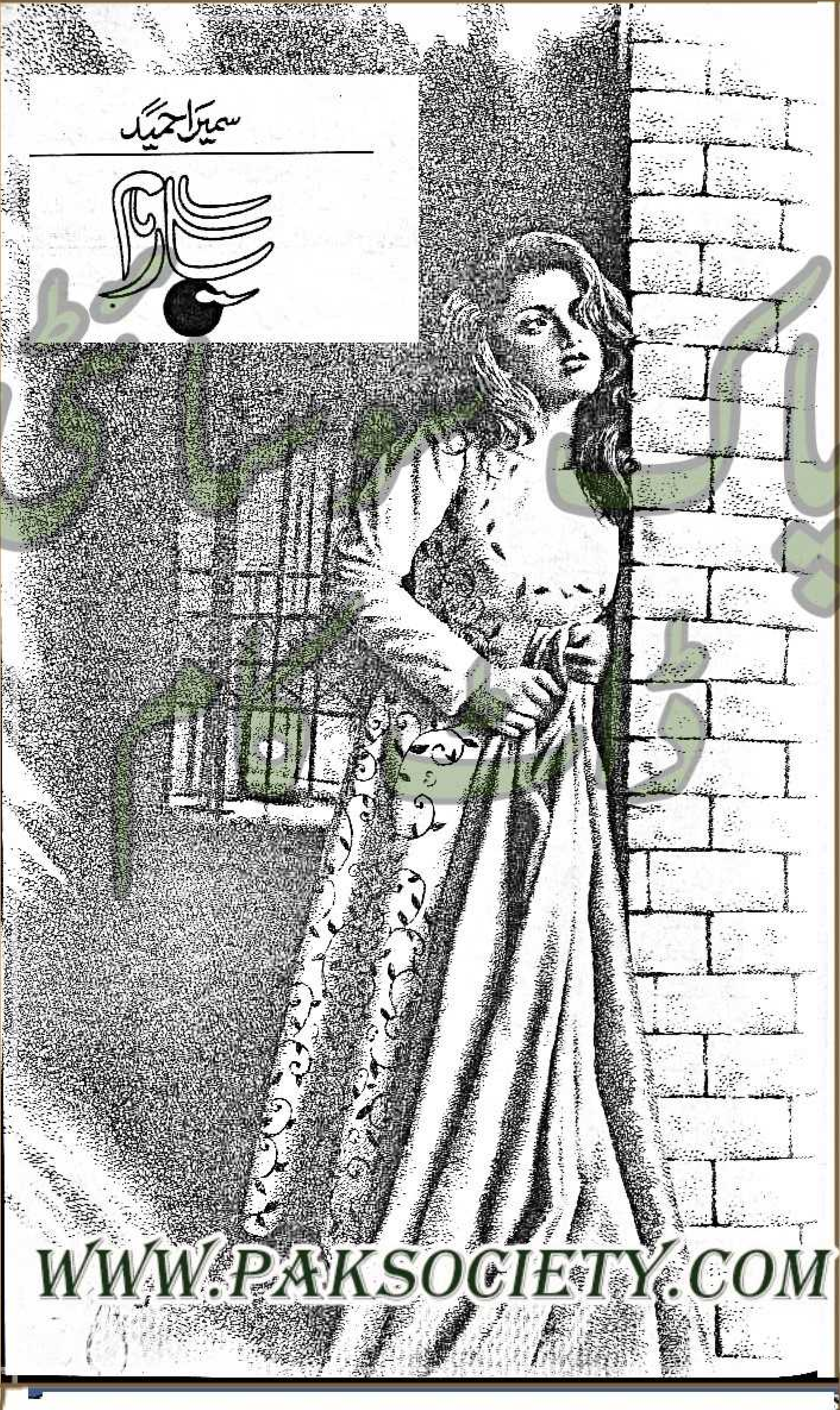

پاک سوسائٹی
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

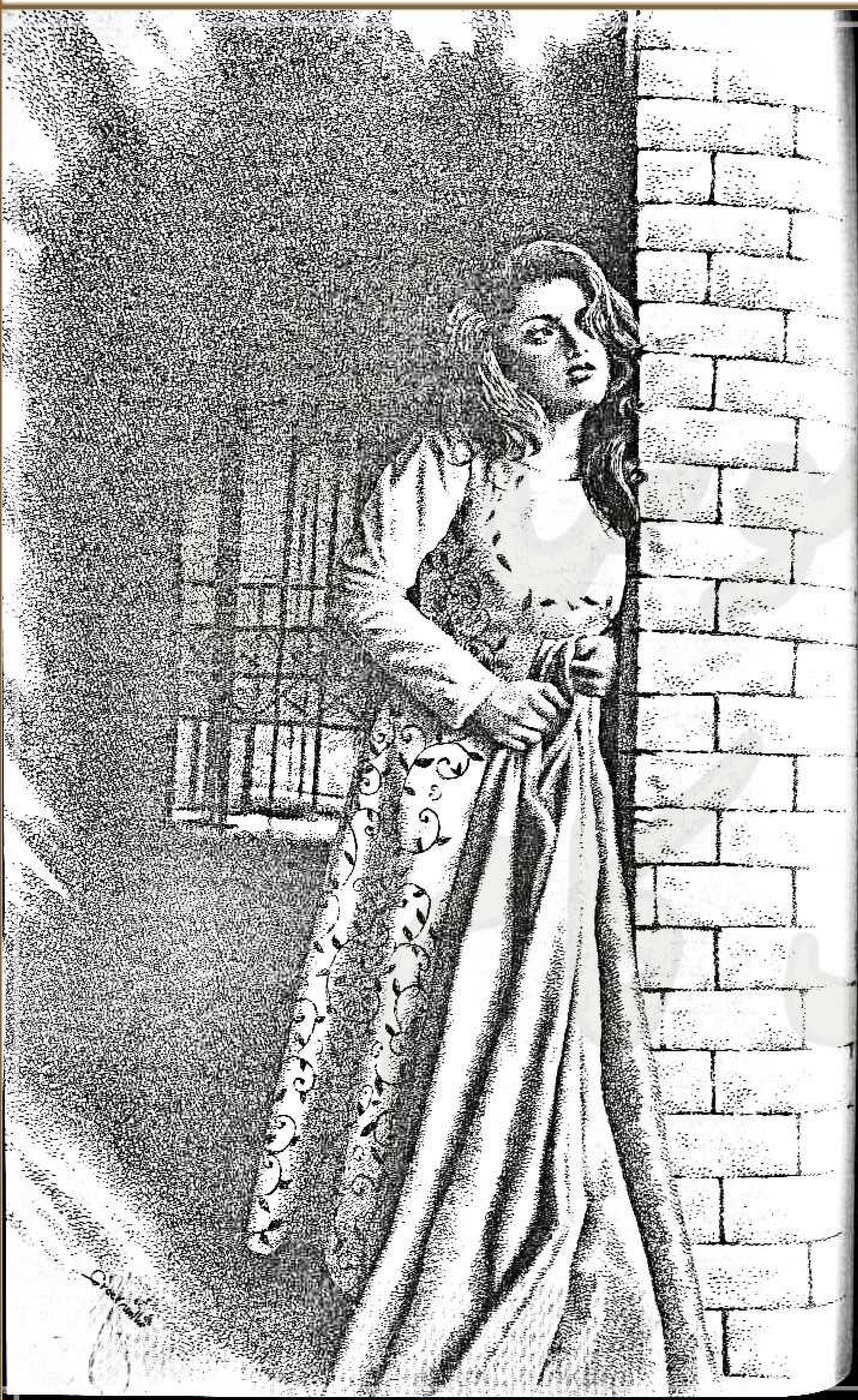

سمیرا حمید

سراب

"امر یم کا اگر کوئی لاڈ کا نام ہوتا تو وہ "سرما کی دھوپ" ہوتا۔" چمکیلی، روشن، مسحور کر کے، باندھ کے، سر اٹھوا کر، بازو پھیلوا کر آسمان کی اور اڑا لے جانے والی یہ سرما کی دھوپ۔۔۔

باہر کو اندر سے پُرسکون کر دینے والی۔۔۔ اندر کو باہر سے لاتعلق کر دینے والی۔۔۔

سونا سونا ہوتی۔۔۔ سونا سونا پھیلتی۔۔۔ گگن ست بہاراں کر دینے والی سرما کی دھوپ۔

سُر سرگم کے سارے گاماسی۔۔۔ ابتدا کی طرف۔۔۔ انتہا کی جانب جیسے راج ہنسوں کے غول کے غول جھوم جھوم جاتے ہوں۔۔۔ اور اسی غول میں یک رنگ اور ہزار رنگی سارے جہاں کی تتلیاں آن شامل ہوئی ہوں

"سرما کی دھوپ" اگر محبوب کا کوئی لاڈ کا نام ہوتا تو وہ بس یہی ہوتا۔۔۔ اور خوب ہوتا۔

اسی دھوپ میں وہ لان کے ایک کونے میں بیٹھی ہے۔ وہ کونوں میں ہی بیٹھتی ہے۔۔۔ کیونکہ اسے منظر عام پر آنے سے ڈر لگتا ہے۔۔۔

کیوں ڈر لگتا ہے۔۔۔؟

کیونکہ اسے ڈرایا جاتا رہا ہے اور پھر اس کی حیثیت اپنے ہی گھر میں کچھ ایسی ہے جو جھاڑو کی ہوتی ہے۔۔۔ ضروری بھی اور۔۔۔ چھی۔ گندی بھی۔ ایک طرف

مکمل ناول

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

بیٹھی دادی زیرِ لب بڑبڑاتے ہوئے اپنے بالوں کا خود ہی مساج کر رہی ہیں۔ انہوں نے دانیہ سے کہا تھا لیکن اس نے ایسے ظاہر کیا جیسے اس نے تو کچھ سنا ہی نہیں ـــــ اور وہ کامل توجہ سے "نان بائی کی بیٹی" پڑھتی رہی ساتھ مالٹے کی پھانکیں بھی منہ میں ڈالتی رہی۔

اماں فون پر بات کر رہی ہیں ـــــ اور حماد کانوں میں ایر فون لگائے میوزک سے لطف اندوز ہو رہا ہے ـــــ کیونکہ اسے چلنے میں خاصی دشواری ہو رہی ہے اور اس کے دونوں ہاتھ ہوا میں ایسے مڑ مڑ کر لہرا رہے ہیں جیسے خدانخواستہ اسے ٹہلتے ٹہلتے مرگی کا دورہ پڑ رہا ہو۔

اور وہ کونوں میں خود کو چھپانے والی موبائل انٹرنیٹ پر مصروف ہے ـــــ نہیں نہیں وہ کسی سوشل نیٹ ورکنگ سائٹ پر نہیں ہے ـــــ وہ کسی سے چیٹ بھی نہیں کر رہی ـــــ ارے نہیں وہ گوگل امیجز پر مشہور ڈیزائنرز کے کپڑوں کے ڈیزائن بھی نہیں نوٹ کر رہی ـــــ وہ تو ـــــ وہ تو مانچسٹر یونیورسٹی کے پاکستانی اسٹوڈنٹ سوسائٹی کے گروپ لیڈر کی ای میل پڑھ رہی ہے۔ اور اس کے ہاتھ پیر ایسے کانپ رہے ہیں جیسے ابھی ابھی اسے فریزر سے نکال کر دھوپ میں رکھا گیا ہو ـــــ یا جیسے اس کے کان میں کہا گیا ہو کہ جہاں تم بیٹھی ہو ٹھیک وہیں خزانہ دفن ہے ـــــ چپکے سے نکال لو۔ اب وہ یہ خزانہ چپکے سے ہی نکالے گی ـــــ اس سے اپنی چیخ دبائے نہیں دب رہی ـــــ اور اس نے ہلکی سی چیخ مار ہی دی۔

سب سے پہلے تو دادی نے ہی اپنا ہاتھ روک کر اسے ناگواری سے دیکھا پھر سوائے دادا کے سب نے اس پر ایک ہلکی سی ناگوار سی نظر ڈالی مگر کسی نے اس سے پوچھا نہیں کہ کیا ہوا؟ کیوں چلائی ہو؟

دادا جو توبۃ النصوح پڑھنے کی کوشش کر رہے تھے اس کے پاس آئے۔

"امرحہ ـــــ کیا ہوا؟" پیارے دادا صرف وہی پوچھتے تھے وہ دادا کے کان میں کھسر پھسر کرنے لگی ـــــ تھوڑی دیر بعد دادا توبۃ النصوح کو سینے سے لگا کر کھڑے ہوئے۔

"اولے لینے ہیں منڈی سے ـــــ مجھ سے کہاں اٹھائے جائیں گے اتنے ـــــ امرحہ! تم آجاؤ ساتھ۔"

"اسے لیے جا رہے ہو ـــــ مل گئے پھر ـــــ منڈی بند ہو جائے گی یا آگ لگی ہو گی منڈی میں۔" دادی کی باریک آواز ونی ہتھوڑے کی طرح برسی۔

"ہم دوسرے شہر کی منڈی میں چلے جائیں گے ـــــ اگر وہاں بھی آگ لگی ہوئی تو ہمارا انتظار نہ کرنا۔ ہم شہر شہر منڈی منڈی آگ لگا کر آئیں گے۔"

"شہر شہر کیوں ـــــ ملکوں ملکوں کیوں نہیں ـــــ؟"

"ہاں بھئی اب تیار رہنا سب ـــــ دنیا میں آگ بھڑکنے والی ہے ـــــ"

"اب کی ـــــ کب کی بھڑک چکی۔" دادی نے فوراً ٹوکا۔

"بالکل ـــــ وہ ناگاساکی۔"

"جاؤ جاؤ میرا دماغ نہ کھاؤ۔"

"بی بی!" امرحہ نے ذرا گھور کر دادی کو دیکھا اور دادی نے اپنا رخ بدل لیا۔

"لو اب یہ مجھے بھسم کرے گی۔" انہوں نے خود پر آیات مبارکہ پڑھ کر پھونکیں۔

امرحہ وہیں کھڑی انہیں گھور رہی تھی اور وہ مزید رخ موڑ کر زیرِ لب دعائیں پڑھ پڑھ خود پر پھونکنے لگیں ـــــ بہت خوفزدہ رہتی تھیں اس کی نظروں سے ـــــ سب ہی رہتے تھے۔ تباہی اور بربادی تھی وہ ـــــ

عین اس کی پیدائش کے دن بڑے تایا چل بسے ـــــ پھوپھی پھوپھا کا کار ایکسیڈنٹ ہو گیا ـــــ چھوٹی پھپھو کے گھر شارٹ سرکٹ سے آگ لگی اور سارے ساز و سامان کو نگل گئی ـــــ چچا کی بیٹی کی منگنی اس دن ہونا تھی "تایا کی وفات سے وہ ملتوی ہوئی۔ بعد ازاں رشتہ ہی ختم ہو گیا ـــــ اور تو اور ماموں کی الیکٹرونکس کی دکان میں پورے چار لاکھ کی چوری ہوئی ماموں صدمے سے چار دن ہسپتال رہے۔ امرحہ سے بڑے علی کی چھت سے گر کر بائیں ٹانگ کی ہڈی

ٹ گئی جس کی وجہ سے وہ پورے دو سال لنگڑا کر چلتا رہا ـــــ ساتھ کے گھر کی ملائکہ آنٹی بیوہ ہو گئیں۔ ان کے شوہر کا فرانس میں ہارٹ اٹیک سے انتقال ہو گیا ـــــ ادھر دوسری لین والوں کی بہو کے مردہ بچے کی پیدائش ہوئی۔

یہ سب تو اوپر اوپر کے واقعات تھے ـــــ فہرست کافی لمبی تھی اور دن بہ دن لمبی ہی ہوتی جا رہی تھی ـــــ مثلاً "اگر کوئی کہتا۔

"بس اماں جی! اپنے دھیان میں تھی۔ پتا ہی نہ چلا کب منا ہاتھ جلا بیٹھا ـــــ"

دادی پوچھتیں کیا دن تھا ـــــ؟

"یہی منگل ـــــ آج ہی کے دن ـــــ بلک بلک کر رویا میرا حاشر ـــــ میں بھی دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔"

"اچھا منگل ـــــ اور تاریخ کیا بنی ـــــ"

"تاریخ یہی دو ـــــ"

"اچھا ـــــ دو اور اوپر سے منگل ـــــ مدحہ بی بی! منگل کی دو کو ہمیں یہ وبال نصیب ہوا تھا ـــــ اس دنیا پر یہ امرحہ عذاب بن کر آئی تھی ـــــ ہمارے خاندان میں تو ہر تاریخ دو ہر دن منگل ـــــ کیا کریں گناہوں کے عذاب بھی تو بھگتنے ہی پڑتے ہیں نا۔"

اگلی بار منے کے ہاتھ جلنے کا قصہ بھی اس "منحوس جنم پتری" میں شامل کر دیا جاتا۔

اماں بھی چڑی رہتیں اس سے ـــــ اتفاق سے ہر سال لگ بھگ اسی دن ماموں کی دکان پر تین بار چوری ہو چکی تھی۔ تنگ آکر ماموں نے دکان ہی بیچ دی اور دوسرا کاروبار کرنے لگے۔ اماں کو بھولتا ہی نہیں تھا کہ کیسے ان کے بھائی کی چمکتی دمکتی شاندار دکان بک گئی اور بھائی کنگلا سا ہو گیا۔

ایک دادا تھے جو پانچ وقت نماز پڑھتے اور صرف اللہ سے ڈرتے ـــــ احادیث پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتے ـــــ جاہلانہ باتوں اور خیالات کو اپنے اندر چپکی برابر جگہ نہ دیتے ـــــ ورنہ جمعرات کے جمعرات ان کے گھر چراغ جلتے ـــــ تین یا پانچ ـــــ بس طاق ـــــ جفت نہیں ـــــ دادی مرنے والوں کے نام سے چھت کے کونے والے کمرے میں چراغ روشن کرواتیں۔

"لا مذہب ہو سب کے سب ـــــ کیا کبھی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چراغ جلتے دیکھے ہیں ـــــ کیوں خلاف مذہب ایسے کام کرتے ہو؟"

دادی ہاتھ سے اشارہ کرتیں کہ جاؤ اپنا کام کرو۔

بابا نے اعظم مارکیٹ میں دکان کی نئے سرے سے آرائش کروائی تو افتتاح کے وقت ناریل پھوڑا ـــــ اعظم مارکیٹ کے دوسرے دکان دار ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوتے رہے ـــــ ابا صرف اتنا ہی کہتے رہے کہ وہ فلموں میں دیکھتے تھے تو انہیں بڑا اچھا لگتا تھا ـــــ

"کیا ہوا جو کر لیا تو ـــــ تم سب تو کسی کو خوش بھی نہیں دیکھ سکتے۔ جمعرات کے جمعرات بابا چار دیگیں دیتے تھے۔" دادا نے کہا۔

خواتین ڈائجسٹ

کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول

دستِ کوزہ گر

فوزیہ یاسمین

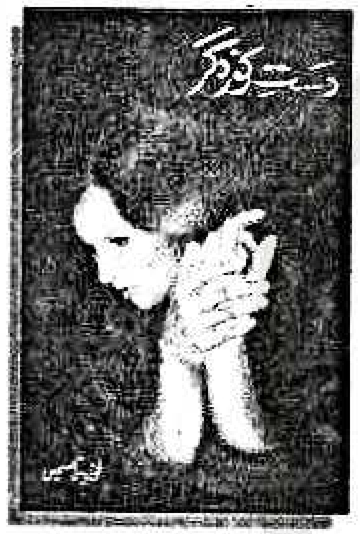

قیمت -/750 روپے

منگوانے کا پتہ:

مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37 - اردو بازار، کراچی۔ فون نمبر: 32735021

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کام والی ماسی کی بچی کے کان کا آپریشن ہونا ہے۔ پیپ رستی ہے اس کے کان سے۔ رات دن کی جان لیوا تکلیف الگ سے۔۔۔ اور نہیں تو دو تین جمعراتوں کے پیسے دے دو۔۔۔ کچھ میں ڈال دوں گا۔ اس کا آپریشن ہو جائے گا۔"

بہت بحث ہوئی۔۔۔ بابا نے دادا کو لادین قرار دے دیا اور دادا نے بابا کو بے حس۔۔۔ خیر دیگیں تو پکتی رہیں کام والی کی بیٹی کا جیسے تیسے دادا نے آپریشن کروا دیا۔

تو بس یہ ماحول تھا گھر کا اور یہ حال تھا گھر والوں کا۔۔۔ غلط باتوں کو پکڑ کر بیٹھے رہتے۔۔۔ بحث بھی کرتے اور اسی پر لڑ مرتے۔۔۔ دادا تو بہت بے زار اکتائے اکتائے رہتے۔۔۔ لیکن کسی پر بس ہی نہیں تھا۔

"نہیں ملے نا اولے۔" جب دونوں خالی ہاتھ گھر آئے تو دادی جھک کر بولیں۔ "تم تو کہہ کر گئے تھے دنیا میں آگ بھڑکا کر ہی واپس پلٹیں گے اب ایسے کیسے واپس آگئے۔۔۔ اور امرحہ! تم اتنا بن سنور کر دادا کے ساتھ منڈی گئی تھیں۔" دادا پوتی دونوں خاموشی سے کھسک گئے۔

ایسا نہیں تھا کہ ایک دادی ہی اسے منحوس مانتی تھیں۔ دادی اور اماں کی دیکھا دیکھی باقی تینوں بہن بھائی بھی دادی کے کہے پر یقین رکھتے تھے اور سب سے زیادہ بابا بھی۔۔۔

علی کی پتنگ کٹ جاتی تو چلاتا۔

"کس منحوس نے کہا تھا اوپر آنے کو۔۔۔ کٹ گئی نا میری پتنگ۔" وہ علی کو دو سنا کر چھپ کر رونے لگتی اور خود کو کوستی جاتی۔

"میں منحوس ماری۔۔۔ میں منحوس ماری۔"

دانیہ چپکے سے اماں سے کہا کرتی۔

"میرے کپڑے لایا کریں تو امرحہ کو نہ دکھایا کریں۔ پتا نہیں کیوں پر میرے پہننے سے پہلے وہ دیکھ لیتی ہے تو مجھے زہر لگنے لگتے ہیں۔"

امرحہ غصے میں کپڑوں پر سیاہی، چکنائی کا داغ لگا دیتی اور وہاں لگاتی جہاں سے صاف ہو کر بھی صاف نہ ہوتا۔۔۔ اور پھر رات کو کہیں چھپی بیٹھی روتی جاتی۔

"میں منحوس ماری۔۔۔ میں منحوس ماری۔۔۔"

اس منحوس ماری کو دادا نے ذرا سنبھالا۔۔۔ ان ہی کے کمرے میں ایک طرف اس کا بیڈ رکھا تھا۔۔۔ ان ہی کے ساتھ بازار جاتی، سہیلی کے گھر جاتی۔۔۔ ان ہی سے پیسے لیتی۔۔۔ دادا ہی اس کے اماں بابا، بہن بھائی بن گئے۔ ایک رات اس نے بابا کو اماں سے کہتے سن لیا۔

"دکان پر چار لاکھ کا لکڑی کا کام کروانے جا رہا ہوں۔۔۔ کسی کو بتانا نہیں۔ نظر لگ جاتی ہے۔۔۔ خاص کر اپنی امرحہ کو۔"

وہ رات بھر روتی رہی۔۔۔ ہچکیاں لیتی گئی۔ بد دعائیں دیتی گئی کہ وہ مر جائے یا لکڑی کے ساز و سامان کو آگ لگ جائے۔۔۔ لیکن نہ وہ مری نہ سامان کو آگ لگی مگر۔۔۔ بابا کے چار لاکھ روپوں میں سے پورے ڈیڑھ لاکھ کم ہو گئے۔۔۔ چھوٹی پھپھو آئیں اور اپنی کوئی ضرورت بتا کر پیسے لے گئیں۔۔۔ بابا اماں سے چڑ گئے۔

"کہا تھا نا، کسی کو مت بتانا۔۔۔ لو کروالو دو کان کا کام۔"

سارا عذاب امرحہ پہ نہ آجائے، دادا نے اپنے دوست سے لے کر دیے پیسے اور پھر کہیں جا کر تاریل پھوٹا دکان کے آگے۔

تو یہ حیثیت ہے ہماری ہیروئن کی کہ پیدائش سے لے کر بڑے ہونے تک ایسا ہزاروں بار ہوا۔۔۔ وہ بول لیتی۔۔۔ بہن بھائیوں کو مار بھی لیتی لیکن رات رات بھر روتی بھی رہتی۔۔۔ اس کا جی چاہتا کہیں بھاگ جائے چھپ جائے۔۔۔ گم ہو جائے کہ کسی کو یاد نہ رہے کہ اس کی پیدائش کی خبر سنتے ہی دادی کے دائیں پیر میں موچ آگئی تھی۔۔۔ بعد ازاں اماں کے کمر درد نے بھی اماں کو سکون کا سانس نہ لینے دیا۔

دانیہ، حماد، علی کبھی جل کر کبھی مذاقاً" اور کبھی صرف اسے روتے دیکھنے کے لیے اسے اس کی نحوست کے قصے سناتے رہتے کہ وہ بھول نہ جائے کہ وہ کون ہے۔ اسکول میں ایک بار ٹیچر کی کرسی کا پایہ جو عرصے سے ٹوٹ جانے کے قریب تھا ٹوٹ گیا اور ٹیچر جی دھڑام سے نیچے آگریں تو وہ فوراً" کھڑے ہو کر رونے لگی اور اس نے ہاتھ جوڑ دیے۔

"ٹیچر۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔ یہ کرسی خود بخود ٹوٹی ہے۔۔۔ میں سچ بول رہی ہوں۔"

ٹیچر کبھی سر پر ہاتھ رکھ کر کہہ دیتیں کہ سر میں درد ہے تو وہ سہم جاتی۔ "میں نے آپ کے سر کو نہیں دیکھا۔۔۔ سچ بالکل نہیں دیکھا۔"

خاندان کی تقریبات میں وہ انہی کارناموں کی وجہ سے جاتی نہیں تھی جو سارے خاندان میں ایسے مشہور تھے جیسے شالوں میں کشمیری شال اور میووں میں چلغوزہ۔

ایک بار وہ گئی تو بارات جسے دن دو بجے دوسرے شہر سے آنا تھا، آئی ہی نہیں۔۔۔ شام سے رات ہو گئی۔ ان کی گاڑیاں موٹروے پر خراب کھڑی تھیں۔۔۔ دولہا باراتیوں کے بغیر آنے کے لیے تیار نہیں تھا۔۔۔ جب تک لاہور سے نئی کاریں بھیجی اور وہ سب اس میں بیٹھ کر آئے، رات کے بارہ بج چکے تھے۔۔۔ سب مہمان جا چکے تھے اور صرف قریبی عزیز ہی موجود تھے۔۔۔ وہ بھی دادا کے ساتھ چپکے سے گھر واپس آگئی اور اپنے نئے ڈزائنر ڈریس کو آگ لگا دی۔۔۔ اس کے سب کزنز اس کے گرد گھیرا بنائے اس کا ریکارڈ لگانے میں مصروف تھے۔

"تانا! ذرا پوچھے کھانا جل گیا یا بچ گیا۔۔۔ امرحہ آئی ہیں نا آج۔۔۔ بجلی کے کنکشن بھی چیک کروا لیجیے گا۔۔۔ شارٹ سرکٹ سے آگ نہ بھڑک اٹھے۔"

"میں تو دعا کرتی ہوں کہ دولہا بھائی خیریت سے آجائیں۔"

"مجھے تو دلہن کی فکر ستائے جا رہی ہے۔۔۔ سنا ہے دو لاکھ کا لہنگا جلتے جلتے بچا ہے۔"

"لہنگا تو بچ گیا لیکن اس کے بال جل گئے۔۔۔ ویسے آئرن مشین بال جلاتی تو نہیں۔۔۔ مگر خیر۔۔۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے آج تو۔۔۔"

"ہم سب تو مذاق کر رہے تھے امرحہ تو سنجیدہ ہی ہو گئی۔" وہ رونے جیسی ہو جاتی تو کوئی کہہ دیتا۔

تین گھنٹے بعد اس کا خالہ زاد جلا بھنا آیا۔

"چار پانچ گھنٹے سے پہلے بارات نہیں آئے گی۔۔۔ سب امرحہ سے سوری کہو۔۔۔ اس نے ہمارا سوری قبول کر لیا تو شاید بارات جلدی آجائے۔"

"شٹ اپ۔" وہ اتنی زور سے چلائی کہ دس بارہ کا گروپ سن سا ہو گیا۔

"میں تمہارا منہ توڑ دوں گی حسان۔۔۔"

"منہ تو تمہارا توڑا جانا چاہیے جو اپنی ساری نحوست لے کر میری بہن کی شادی خراب کرنے آگئیں۔۔۔"

امرحہ کا جی چاہا، وہ سارے پنڈال میں آگ بھڑکا دے۔۔۔ کاش واقعی شارٹ سرکٹ ہو جائے اور سارے روشن قمقمے بجھ جائیں۔۔۔ تاکہ اس کے دھاڑیں مار مار کر روتے تاریک چہرے اور کپکپاتے وجود کو کوئی نہ دیکھ سکے۔ وہ کب سے سب کے مذاق میں چھپے طنزوں کو جھیل رہی تھی۔۔۔ لیکن حسان تو دندناتا ہوا اس پر الزام لگانے ہی آگیا تھا۔

"وضو کرنے کے بعد مسجد جانے سے پہلے خود کو آئینے کے سامنے کھڑا کر کے ضرور دیکھنا۔۔۔ شاید دوبارہ کبھی مجھے یہ سب کہتے تمہاری زبان لڑکھڑا جائے۔۔۔ اور تمہیں یہ بات سمجھ میں آجائے کہ کچھ بھی برباد اور آباد کرنے کی طاقت انسان کے ہاتھ میں ہے نہ اختیار میں۔۔۔ "حکم کن اور عمل فیکون" رب کی خوبی ہے اس کے بندوں کی نہیں۔" بمشکل خود کو رونے سے بچاتے اس نے کہا۔

دادا کو لے کر وہ چپکے سے گھر آگئی۔۔۔ اس کی سگی خالہ زاد کی شادی تھی اس کے دل میں بھی ارمان تھے شادی کو لے کر۔۔۔ اس نے خاص اس شادی کے لیے بہت تیاریاں کی تھیں۔۔۔ لیکن سب نہ صرف بے کار گیا بلکہ اسے دکھ دے کر گیا۔۔۔ اس نے ایک سفید کاغذ پر "میں کبھی کسی تقریب میں نہیں جاؤں گی۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔ وعدہ" لکھ کر اپنی الماری کے اندرونی شیلف پر چپکا دیا۔ جب کبھی اس کا کہیں جانے کو دل چاہتا، وہ الماری کھول کر اپنے وعدے کو یاد کر لیتی۔۔۔ یہ سب وہ کرتی تو گئی لیکن بہت اکیلی بھی ہوتی گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ آسانی سے رو پڑتی ۔۔۔ اسے آسانی سے رلایا جا سکتا۔

جیسے کہ کوئٹہ والے ماموں سال میں کبھی ایک بار آجاتے تو لحاف میں دبک کر کافی کا بڑا مگ پیتے ہوئے کہتے۔

"بلاؤ ذرا امرحہ کو ۔۔۔ اسے رلائیں۔"

وہ نہ جاتی تو ماموں کھینچ کھانچ کر لے جاتے ۔۔۔ ہنس ہنس کر سب لوٹ پوٹ ہوتے ۔۔۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہی ہوتی اور ماموں اس کی نحوست کا ایک ایک قصہ حوالہ جات کے ساتھ سنائے جاتے۔ اماں اسے ڈانٹتی۔

"مذاق کر رہے ہیں ماموں امرحہ ۔۔۔ کیوں ایسے دھاڑیں مار رہی ہو۔" دادا آتے 'سب کو ڈانٹ کر اسے لے جاتے۔

"جاہل لوگ ہیں امرحہ! یہ ان پر توجہ نہ دیا کرو۔"

وہ کون سی عالم تھی جو خود کو اچھی طرح سے سمجھا لیتی ۔۔۔ نوعمر ۔۔۔ نازک دل کی ۔۔۔ بس رو دینے والی لڑکی ہی تو تھی اور پھر ہر بار تو خود کو فلسفوں سے مطمئن نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"سب جاہل ہیں۔" پر سکون ہو جاؤ۔

"سب پاگل ہیں۔" ہاں یہ ٹھیک ہے۔

ایسا سوچا جا سکتا ہے ۔۔۔ کہا جا سکتا تھا ۔۔۔ لیکن ایسا ٹھیک ٹھیک ہو نہیں پاتا ۔۔۔ رزلٹ اگر سو فیصد ہوتا بھی تو اگلی بار "صفر" ضرور ہو جاتا ہے۔ وہ جتنا خود کو "یہ سب جاہل ہیں" کہہ کر بہلاتی 'اتنا ہی اگلی بار ان سب جاہلوں کی باتوں پر ہچکیوں سے روتی۔ دادا کی باتیں اسے تھپک تھپک کر سلاتی تھیں تو اسی نیند میں وہ ان سب کی باتوں پر کراہی تھی۔

☆ ☆ ☆

دادا گورنمنٹ پنجاب پبلک لائبریری میں لائبریرین تھے۔ اسکول کی چھٹیوں میں وہ سارا دن پنجاب لائبریری میں گھومتی پھرتی رہتی۔ ویسے بھی اسے کم سے کم گھر میں رہنے دیتے تھے وہ اسکول سے پیدل چل کر لائبریری آجاتی دونوں دوپہر کا کھانا وہیں کھاتے 'اسی ملازمت سے دادا حضور نے ہزاروں کتابیں پڑھی تھیں اور اسی لیے وہ جمعرات کو مرنے والوں کے نام کے دیے نہیں جلاتے تھے۔ شام کو دونوں چہل قدمی کرتے۔ مال کی لمبی سڑکوں سے ہوتے سردی گرمی بھنے چنے اور راکھ پکی چھلی کھاتے رات گئے گھر آتے۔ امرحہ کا تو دل چاہتا کہ رات کو بھی گھر نہ جائے اور بھلے سے مال کے فٹ پاتھ پر سو جائے گھر پر نظر پڑتے ہی دادا کہتے۔

"لو آگئی جیل۔"

"پاگل ہو گئے ہو تم تو کتابیں پڑھ پڑھ کر ۔۔۔ ڈھنگ کی نوکری مل جاتی تو عقل تو نہ جاتی۔"

لیکن دادا کو ڈھنگ کی نوکری تو نہ ملی لیکن ڈھنگ سے عقل ضرور مل گئی۔ بابا نے اپنے زمانے کی آٹھ کو بھی جیسے اپنی دوکان پر رکھ کر سیل کر دیا ۔۔۔ پتا ہی نہ چلا کہ آٹھ جماعتیں پڑھے ہیں یا آٹھ تک گنتی ۔۔۔ علی بڑا تھا اور کمال کا بڑا تھا۔ ہر جماعت میں سینئر ہی رہتا دو سال ضرور ہی لگاتا ۔۔۔ پھر حماد تھا ۔۔۔ اسے دنیا بھر کے گانے والوں 'ناچنے والوں 'انہیں نچانے والوں کے نام گھر 'شہر 'قومیت 'مذہب 'شادی 'بچوں 'افیئرز کے بارے میں تو معلوم تھا لیکن یہ نہیں کہ ایف اے کے بعد کی ڈگری کو کیا کہتے ہیں اور اسے پاس کیسے کرتے ہیں ۔۔۔ کتنا چاہا دادا نے کہ ایک انجینئر بن جائے 'ایک کم سے کم دیال سنگھ کالج میں لیکچرار ۔۔۔ ورنہ ایک کسی ہسپتال میں ڈاکٹر اور ایک پاک آرمی میں کپتان ۔۔۔ لیکن دادا کے سوچنے سے تو کچھ نہیں ہوتا نا ۔۔۔ ویسے ان کے کہنے سے بھی کچھ نہیں ہوا ۔۔۔

پھر امرحہ کا نمبر تھا" کم وہ بھی نہیں تھی اور کیونکہ منحوس ماری 'تھی تو ہر وقت روتی رہتی ۔۔۔ بڑی مشکل سے دادا نے اسے آٹھ جماعتیں پاس کروائیں اپنے رونے کے دوران ایک بار تو اس نے پڑھائی چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا اور عمل بھی۔ سارا سارا دن دادا کے ساتھ لائبریری رہتی۔

دادا نے منت کی "امرحہ میٹرک کر لو۔"

[...] امرحہ کے کانوں پر جوں نہ رینگی۔ بس ہر [...] ایک ہی رٹ "بھاگ جاتے ہیں گھر سے [...]"

دادا کے پاس تھوڑے سے جو پیسے تھے ان سے [...] اپنے دوست کے گھر بلوچستان لے گئے ہفتہ رہ کر آئے۔ خاندان میں تو کہیں وہ جاتی نہیں تھی۔ وہاں [...] خوش رہی ۔۔۔ پھر دادا سے کہنے لگی۔

"دادا آپ دبئی چلے جائیں پھر مجھے بھی وہیں بلا لینا ۔۔۔ بڑے خوش رہیں گے ہم دونوں۔"

دادا اس عمر میں کیا دبئی جاتے 'ہاں پھر بھی اس سے وعدہ کر لیا۔

"میٹرک کر لو پھر چلا جاؤں گا ۔۔۔"

اس نے دبئی کے لیے ۔۔۔ میٹرک کر لیا ۔۔۔ خوب ہی جان لگا کر کیا مگر اتنی جی جان لگانے پر بھی سیکنڈ ڈویژن میں ۔۔۔ جو ہر کس و ناکس کے ہاتھ آ ہی جاتی ہے۔

☆ ☆ ☆

انہی دنوں نیا نیا واقعہ ہوا تھا کہ بابا کا ہاتھ جل گیا ۔۔۔ دادی بولنے لگیں اس نے آگے سے جواب دیے تو بابا نے غصے سے جلا ہوا ہاتھ ہی اس کے گال پر ٹھونک دیا ۔۔۔ اور مزید غصے سے اس نے اپنا سر دیوار میں زور سے دے مارا ۔۔۔ اس کے خون نکلا ۔۔۔ سر میں بہت درد ہوا اور اس درد اور خون کو بھلا کر وہ بابا کے تھپڑ کو لے کر روتی رہی ۔۔۔ رات کے پہلے پہر سے آخری پہر تک ۔۔۔ پھر اپنے اسکول بیگ میں اپنے چند کپڑے رکھ کر گھر سے نکل گئی ۔۔۔ چلتی گئی ۔۔۔ چلتی گئی ۔۔۔ گھر کی سڑک کو پار کیا۔ بڑی سڑک تک آئی۔ اسے بھی پار کر گئی 'چلتی گئی ۔۔۔ چلتی گئی ۔۔۔ حد تو یہ کہ پہلی بار سڑک پر یہاں وہاں پھرتے آوارہ گندے سندے کتوں سے بالکل نہیں ڈری ۔۔۔ وہ آنکھوں میں اشک لیے ۔۔۔ کندھے پر اسکول بیگ لٹکائے ایسے چلتی جا رہی تھی جیسے خدانخواستہ دنیا میں اکیلی ہو۔

کچھ دور آگے جا کر سمجھ میں نہ آیا کہ اب کہاں جائے ۔۔۔ تو سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر بیٹھ کر رونے لگی۔

"تھکا ڈالا تم نے مجھے امرحہ!" دادا اسی فٹ پاتھ پر اس کے ساتھ بیٹھ گئے ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی۔ پہلے خود پانی پیا پھر اسے پلایا۔

"میں نے گھر چھوڑ دیا ہے۔" پانی پی کر وہ چلائی۔

"ایک دن تو تمہیں وہ گھر چھوڑنا ہی ہے ۔۔۔ وہ تمہارا گھر ہے بھی نہیں میرے بچے۔"

"جاتے کیوں نہیں ہیں آپ دبئی ۔۔۔ کر لیا ہے نا میں نے میٹرک ۔۔۔"

دادا گڑبڑا گئے۔ "میں بوڑھا 'کمزور 'بیمار شیمار رہنے والا بندہ اب کہاں جاؤں گا ملک سے باہر وہ بھی کمانے ۔۔۔ خود سوچ بچے ۔۔۔ کتنا بوڑھا ہو گیا ہوں میں ۔۔۔ اور بہرا بھی تو ہو گیا ہوں۔"

"تو وعدہ کیوں کیا تھا؟"

دادا بہت دیر چپ ہی رہے ۔۔۔ نوعمری پھر امرحہ جیسا دکھی دل ۔۔۔ اب کوئی جھوٹی تسلی اسے نہیں دی جا سکتی تھی۔

"تم کیوں نہیں چلی جاتیں امرحہ؟"

"کہاں۔" اس نے کندھے سے اسکول بیگ اتارا۔

"دبئی 'امریکا 'آسٹریلیا 'کینیڈا 'فرانس۔"

"میں امریکا 'فرانس۔" وہ اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی کہ دادا کو کیسے کیسے لطیفے یاد آ رہے ہیں۔ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

"ہاں نا ۔۔۔ مرزا کمال کی نواسی نے ایف ایس سی میں ٹاپ کیا ہے اس سال۔ اسے اسکالر شپ ملا ہے۔ دو دن ہوئے وہ کینیڈا چلی بھی گئی ۔۔۔ امرحہ! تو بھی ایف ایس سی میں ٹاپ کر لے۔"

"میں ۔۔۔؟"

"ہاں امرحہ بچے ۔۔۔ ٹاپ کر اور چلی جا ۔۔۔ مرزا کمال کی نواسی سات سال بعد آئے گی بلکہ سمجھ آئے گی ہی نہیں ۔۔۔ پڑھائی ختم ہونے کے بعد اسے کینیڈا میں ہی تین سال لازمی سروس کرنی ہو گی ۔۔۔ یوں ہو

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

گئے دس سال۔۔۔ دس سال وہ بھی کینیڈا میں۔۔۔ جہاں بیس پچیس لاکھ لگا کر جایا جاتا ہے' وہ مفت چلی گئی۔ دیکھ لو امرحہ! پڑھائی کے کتنے فائدے ہیں آپ خود کو منوالو تو دنیا آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیتی ہے۔" رات کے آخری پہر سڑک کے کنارے بیٹھے دادا اسے فلسفہ کے معلم اول ارسطو سے کم نہیں لگ رہے تھے جو سکندر اعظم کو تاریخی فاتحوں کی فتوحات بڑے سلیقے سے سمجھا رہا تھا۔

اور پھر سکندر اعظم بھی تو فاتح رہا تھا۔

اور یوں اس نے بہت دل سے دادا کے ساتھ جا کر کالج میں داخلہ لیا۔۔۔ رات دن پڑھائی۔۔۔ بس پڑھائی۔۔۔ ٹاپ کرنا ہے اس نے خود پر لازم کر لیا۔ اسے اتنا یقین تھا خود پر کہ وہ خود ہی سب فرینڈز' کلاس فیلوز کو بتاتی پھرتی۔

"مجھے تو کینیڈا جانا ہے۔۔۔ پورے دس سال رہوں گی وہاں۔"

"ڈاکٹر بن جاؤں گی۔۔۔ مزے سے اپنی زندگی گزاروں گی۔"

"ہاں' ہاں میرے پلان میں ہمیشہ سے یہی شامل تھا مجھے اپنی زندگی کسی یورپین کنٹری میں ہی گزارنی تھی۔"

"بس کسی طرح سے یہ دو سال گزر جائیں۔۔۔ امتحانات ہوں اور میں جاؤں۔۔۔"

ان دو سالوں میں وہ بہت خوش رہی۔ اس نے کینیڈا کی اتنی معلومات اکٹھی کر لیں کہ خود کینیڈین بھی وہ سب نہیں جانتے ہوں گے جو وہ جاننے لگ گئی تھی۔ دادا نے اسے وہ ساری کتابیں لا دیں جن میں لفظ کینیڈا شامل تھا۔

اور پھر رزلٹ آگیا۔۔۔ لیکن افسوس۔۔۔ وہ اے پلس بھی نہ لے سکی۔۔۔ رو رو کر اس نے اپنا حشر کر لیا۔ دادا نظریں چرائے چرائے پھرتے۔ چپکے چپکے دو تین جگہ اپلائی کیا اسکالرشپ کے لیے' لیکن جہاں ڈبل پلس والوں کی بھرمار ہو وہاں خالی خولی "اے گریڈ" کو کون پوچھتا ہے۔ دادا کو ان دنوں معلوم ہوا کہ ملک میں کتنی بڑی تعداد لائق فائق لوگوں کی ہے۔ جہاں جہاں اس کا فارم جمع کروائے گئے تھے وہاں جم غفیر دیکھ کر انہیں خوشی تو ہوئی لیکن اپنی امرحہ کے لیے افسوس بھی ہوا۔ وہ اسی وقت سمجھ گئے کہ اسے مشکل سے ہی کوئی اسکالرشپ ملے گا۔۔۔ اور وہی ہوا۔ اسے معذرت کے تین آفیشل لیٹر آگئے اداروں کی طرف سے' ایڈمیشن فارم نہ آئے۔

گھر والوں کو خبر بھی نہ ہوئی کہ دادا پوتی کے درمیان کیا چل رہا ہے۔ امرحہ کا بخار اترنے کا نام کیوں نہیں لے رہا۔۔۔ امرحہ اور دادا میں بات چیت کیوں بند ہے۔۔۔ امرحہ اب دادا جی دادا جی کیوں نہیں کہتی پھرتی۔۔۔ اوپر سے کلاس فیلوز اور فرینڈز کے فون آتے رہے۔

"کب جا رہی ہو کینیڈا۔۔۔ دیکھو مل کر جانا۔"

"ہمت ہے تمہاری جو اتنی دور جا رہی ہو۔۔۔ میں تو سوچ کر ہی مرنے لگتی ہوں۔"

اس نے دو سالوں میں اتنے یقین سے اپنے جانے کے بارے میں کہا تھا کہ سب کو کامل یقین تھا کہ اب بس وہ گئی۔۔۔ وہ سب طنز نہیں کرتی تھیں' پر امرحہ کو تو طنز ہی لگ رہے تھے نا۔۔۔

☼ ☼ ☼

بابا نے اس کی منگنی کر دی۔۔۔ اس نے بھی کروالی کہ کینیڈا تو گئے نہیں دوسرے گھر ہی چلو۔۔۔ لیکن دوسرے گھر بھی نہ جا سکی۔۔۔ چھ ماہ بعد ہی منگنی ٹوٹ گئی۔ ظاہر ہے انہیں بھی خبر ہو گئی کہ اس لڑکی کی پیدائش اور بعد از پیدائش سے کیسے کیسے واقعات جڑے ہیں۔۔۔ بابا کو غصہ تو بہت آیا لیکن کیا کر سکتے تھے۔۔۔ اماں اور دادی پر ناراض ہوئے کہ کیوں ایسی ایسی باتیں کر کے اسے اتنا مشہور کر دیا ہے کہ اس کا رشتہ ہی ختم ہو گیا۔ اماں اور دادی پچھتائیں پر اب تو دیر ہو چکی تھی۔۔۔

پھر دوسرا رشتہ ہوا۔ بابا نے فوراً" شادی کی تاریخ دے دی لڑکے والوں کو۔ نہ منگنی نہ نکاح فوراً" شادی اور عین شادی سے پندرہ دن پہلے جس دن وہ اپنا شرارہ

پہن کر دیکھ رہی تھی اسے لڑکے کی جوان بہن کے بیوہ ہونے کی خبر ملی۔۔۔ قصہ ہی ختم۔

اور اس بار اسے خاندان سے وہ وہ کچھ سننے کو ملا کہ اس نے دادی کی نیند کی گولیاں کھا لیں۔

ہفتے بعد جب وہ ٹھیک ہو کر گھر آئی تو اس کا جی چاہا کہ پھر سے گولیاں کھا لے اور فوراً" مر جائے۔۔۔ اماں بابا کونوں کھدروں میں چھپ چھپ کر روتے ہوں۔۔۔ دادی "ہائے میری جوان بچی ہمیں چھوڑ کر چلی گئی۔" کہہ کہہ ہچکیاں لیتی ہوں۔۔۔ اور دادا ہمیشہ کے لیے اس گھر کو چھوڑ دیں اور بابا' دادی دیوانوں کی طرح دادا کو ڈھونڈتے ہوں اور دادا رات کو چھپ کر اس کی قبر پر آتے ہوں۔ اسے اپنی موت کے تصور سے ایسے راحت ملی کہ سب روتے پھریں گے جنہوں نے اسے رلایا ہے مگر وہ صرف یہ تصور ہی کرتی رہی' دوبارہ ہمت نہ ہوئی موت کو گلے سے لگا لے۔ دادا اس سے بات کرنے کی اسے منانے کی کوشش ہی کرتے رہتے۔

جوان لڑکی نے خود کو ختم کر لینے کی کوشش کی اور یہ سب ان جاہلانہ باتوں کی وجہ سے ہوا تھا جو وہ بچپن سے اپنے لیے سن رہی تھی۔ اگر وہ نیند کی گولیوں سے نہ مرتی تو ذہنی دباؤ سے مر جاتی۔

"میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں امرحہ! کہ میں تمہیں پڑھنے کے لیے باہر ملک بھیج سکوں۔۔۔ شادی بھی تمہاری نہیں ہو رہی۔۔۔ میں نے تمہارے بابا سے بات کی تو وہ الٹا مجھ پر ہنسنے لگا کہ وہ تم پر اتنے لاکھوں روپے لگا کر تمہیں پڑھنے کے لیے بھیجے' اس سے اچھا ہے وہ تمہارے لیے سونے کے زیورات بنوا کر رکھ لے یا تمہارے نام کے پیسے بینک میں رکھوا دے تاکہ تمہاری شادی میں کام آسکیں۔

امرحہ! میں بے زار ہوں ایسے لوگوں سے' جو مقدس راتوں کو لمبی لمبی عبادتیں کرتے ہیں اور سال کے بارہ مہینے گناہ کی مختلف حالتوں میں مبتلا رہتے ہیں۔۔۔ جھوٹ' حسد' بے ایمانی' غیبت سے خود کو بچانے کی رائی برابر جدوجہد نہیں کرتے اور وضو کر کے نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تمہاری سابقہ ساس جنہوں نے شادی کو ختم کیا' وہ مذہبی جلسوں میں احادیث کا حوالہ دے کر مذہبی تقاریر کرتی ہیں۔۔۔ میں اسی لیے بہت مطمئن تھا کہ تمہاری شادی وہاں ہو جائے۔۔۔ پر وہ بھی وہی خوش رنگ پھل نکلیں جو اندر سے گلا سڑا اور بدبودار ہوتا ہے۔۔۔ ہماری یہ منافقت معاشرے کے سکون کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے۔۔۔ ہم جو خود کو سیدھے راستے کی طرف سمجھتے ہیں ہم الٹی طرف جا رہے ہیں۔۔۔ الٹے پیروں جا رہے ہیں۔

امرحہ! میرے دل کے ٹکڑے! دوبارہ مرنے کی کوشش نہ کرنا' ورنہ میں بھی خود کو مار ڈالوں گا۔۔۔ اپنی تعلیم کو محنت سے ذمہ داری سے حاصل کرو۔۔۔ کوئی نہ کوئی رستہ ضرور بن جائے گا۔"

دادا نے اسے بلوچستان کا ایک اور پندرہ روزہ ٹور کروا دیا اور جیسے تیسے اسے منا کر کالج میں داخلہ دلا دیا۔ لیکن اب اس کی زندگی تھوڑی سے زیادہ تلخ ہو چکی تھی کہ اب اس کی دو منگنیاں ٹوٹ چکی تھیں۔۔۔ خاندان سے کوئی اسے لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ماموں نے اپنے بڑے بیٹے کے لیے دانیہ کا ہاتھ مانگ لیا۔

اماں اور دادی نے خود سے امرحہ کا کہا بھی لیکن ماموں دانیہ کے لیے ہی اصرار کرتے رہے۔

"اتنے ڈرپوک ہیں سب کہ رسک لینے کے لیے تیار ہی نہیں۔" وہ تلخی سے دادا سے کہتی۔

"جو خدا سے دور ہوتے ہیں وہ ایسے ہی خوف زدہ ہوتے ہیں۔"

میں تو خدا سے دور نہیں پھر میرے ساتھ یہ سب کیوں؟

"کبھی کبھی قدرت بے خبر سوئے پڑوں کے سر پر کنکر مارتی ہے تاکہ وہ بیدار ہو جائیں اور اپنے مقصد حیات کی طرف لپکیں۔"

☼ ☼ ☼

اسی دوران کچھ یہ بھی ہوا کہ جس سے اس کی منگنی ٹوٹی تھی اس کی شادی اس کی خالہ زاد مائرہ سے ہو گئی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

۔۔۔۔ مزید یہ کہ اس لڑکے کی فوراً "پروموشن ہو گئی اور کمپنی کی طرف سے اسے ایک بہترین گھر مل گیا۔ شادی کا تحفہ یورپ کا ایک ماہ کا ٹور۔۔۔۔ مائرہ نے ایک دن اسے فون کیا۔

"میں نے تو افراسیاب سے کہا کہ مجھ سے شادی کر کے بچ گئے ورنہ اگر امرحہ۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔ چھوڑو۔۔۔۔ ویسے اچھے خاصے کنگلے ہو جاتے اور پتا نہیں کیا کیا ہو جاتا ان کے ساتھ۔"

وہ خاموشی سے مائرہ اور افراسیاب نامہ سنتی رہی۔۔۔۔ عاجز آکر مائرہ نے پوچھا۔

"کچھ تم بھی بولو۔۔۔۔ کچھ کہو۔"

اس نے فون بند کر دیا۔۔۔۔ اتنا جواب ہی کافی تھا۔

کالج وہ جاتی رہی۔۔۔۔ دادا سے کم کم بات کرتی۔ ان سے ناراض تھی۔ دادی اور اماں اب اسے گھر میں کچھ بھی نہیں کہتے تھے۔ گھر میں آگ بھڑکتی، دادی کے پیر میں موچ آجاتی۔ حماد کا موٹر سائیکل کا حادثہ ہوتا یا بابا کو دکان پر کوئی نیا نقصان اٹھانا پڑتا۔۔۔۔ کوئی کچھ نہ کہتا کیونکہ اب یہ ٹھیکہ زور و شور سے دوسروں نے لے رکھا تھا۔۔۔۔ امرحہ کو ایسا لگتا کہ تاریکی کا گہرا جنگل ہے جس میں وہ بھٹکتی پھر رہی ہے لیکن روشنی کی کرن ہے کہ آکر نہیں دے رہی۔۔۔۔ اسے لگتا کہ دنیا سب کچھ بھول جائے گی لیکن اس کے متعلق کچھ نہیں بھولے گی۔۔۔۔ وہ دعا کرتی کہ کاش کوئی ہوا چلے اور سب کے ذہنوں سے اس کا نام مٹا ڈالے۔۔۔۔ نہ کسی کو اس کا نام یاد رہے نہ اس نام کی شخصیت سے جڑے واقعات ۔۔۔۔ گھر میں مہمان آتے تو وہ لائبریری چلی جاتی۔۔۔۔ وہاں بھی شام تک ہی رہ سکتی تھی۔۔۔۔ پھر دادا اسے لیے لیے گھومتے پھرتے وہ دادا سے بات نہ کرتی مگر ان کے ساتھ ساتھ گھومتی رہتی۔۔۔۔ دادا جانتے تھے وہ لوگوں کا سامنا کرنے سے خوفزدہ رہتی ہے خاص کر رشتے داروں اور جاننے والوں کا۔۔۔۔ اور یہ خوف ان ہی لوگوں نے اس کے اندر پیدا کیا تھا۔

وہ خاندان کی تقریبات اور گھر میں کسی کو دکھائی نہیں دیتی تھی پھر بھی وہ ان سب میں بے حد مقبول تھی۔۔۔۔ وہ ڈسکس کیے جانے کے لیے قہقہے لگانے کے لیے ایک بہترین موضوع تھی۔ سانپ سیڑھی کا وہ کھلاڑی جسے بار بار سانپ کھا لیتا ہے اور اس کی دم سے نکلتا وہ سب سے نچلے درجوں میں آجاتا ہے۔۔۔۔ بار بار۔

امرحہ جیسی خوب صورت لڑکی کو بار بار نچلے درجوں میں دیکھنا خاندان کی حاسد لڑکیوں کا پسندیدہ مشغلہ بھی تھا اور وہ حاسد لڑکیاں ہی کیا۔۔۔۔ کون ہے جو اپنے لیے پہلا نمبر اور دوسروں کے لیے آخری نمبر پسند نہیں کرتا۔۔۔۔

لیکن انسان تو وہی ہے نا جو اپنی خود نمائی بے شک کرتا پھرے لیکن دوسرے کی خامی کی پردہ پوشی ہر حال میں کرے۔

اور ایسے انسان اب انسانوں کے ڈھیر میں کہاں ملتے ہیں۔۔۔۔

☼ ☼ ☼

اپنے آپ سے تلخ، اپنے ماحول سے غمگین امرحہ دن بدن بوجھل اور بے زار رہنے لگی۔ نہ معلوم یہ قدرت کا طریقہ کار تھا یا قدرت کی ترغیب کہ اپنے اس بدتر ہوتے ماحول سے نکلنے کے لیے اس نے کوشش تیز تر کر دی۔ ڈیڑھ سال کے دوران اس نے مختلف بیرونی کالج و یونیورسٹیوں کے ہزاروں آن لائن اسکالرشپ فارم بھرے۔۔۔۔ ففٹی پرسنٹ، سکسٹی پرسنٹ، سیونٹی پرسنٹ اس نے کسی یونیورسٹی کے کسی بھی طرح کی اسکالرشپ کو جانے نہ دیا۔ دادا نے اس دوران بابا کو منانے کی بہت کوشش کی کہ چند لاکھ کی بات ہے بیٹی پر لگا دیں۔ پڑھ لکھ کر لوٹا دے گی لیکن بابا کو یہ مشورہ ہی سراسر ایک مذاق لگتا۔۔۔۔

"بھلا پڑھنے لکھنے پر کوئی لاکھوں لگاتا ہے؟"

مانچسٹر یونیورسٹی کے طلبا کی سوسائٹی اپنے ذاتی فنڈ سے پانچ اسکالرشپ دے رہی تھی۔ اسے وہاں سے بھی انکار ہو گیا۔۔۔۔ دو سالوں میں اس نے دو سو بار "سوری یو آر اے گڈ اسٹوڈنٹ، بٹ وی کانٹ ہیلپ ۔۔۔۔ بیسٹ آف لک۔" (ہم معذرت چاہتے ہیں آپ

اچھی طالبہ ہیں لیکن ہم آپ کی اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کر سکتے) جیسی میلز پڑھی تھیں پھر اس نے گنتی چھوڑ دی تھی۔۔۔۔ لیکن ظاہر ہے انکار، ناکامی کی کوئی حد بلاشبہ نہیں ہوگی لیکن انکار سننے اور ناکامی سہنے والوں کی برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔

مانچسٹر یونیورسٹی کے اس انکار نے اسے ایک بار پھر گھٹنوں میں سر دے کر رلایا۔۔۔۔ اور اس نے بہت خفا ہو کر بہت جل کر ایک آخری میل انہیں ضرور کی۔۔۔۔

"میں ہوں ہی منحوس ماری۔۔۔۔ میں جل کر مر جاؤں تو ہی اچھا ہے۔۔۔۔ بھاڑ میں جاؤ تم سب اور تمہاری اسکالرشپ آفر۔۔۔۔"

اگلے ہی دن اسے ایک لمبی میل موصول ہوئی جس میں انتھک کوشش کرنے اور کبھی نہ ہار ماننے پر ایک بڑا سا لیکچر تھا۔ ساتھ ہی دنیا بھر کے ان کامیاب انسانوں کی مثالیں تھیں جنہوں نے بدترین حالات میں شاندار کامیابیوں کی بنیاد رکھی تھی۔ ان میں سرفہرست نام محمد علی کلے اور چارلی چپلن کا تھا۔۔۔۔ ساتھ ہی اسے بہت نرم انداز سے جتایا گیا تھا کہ میٹرک میں اس کا ای گریڈ ہے ایف ایس سی میں صرف اے اور گریجویشن بھی بہت مشکل ہے کہ وہ اے پلس کے ساتھ کر لے۔۔۔۔

ایسی صورت میں جبکہ اس کے پاس شاندار اکیڈمک رزلٹ نہیں ہے، وہ کیسے اسے دوسرے شاندار تعلیمی قابلیت رکھنے والوں کے مقابلے میں اسکالرشپ دے دیں۔۔۔۔ یہ تو سراسر ناانصافی ہوگی۔

"اونہہ! آئے بڑے انصاف کے علم بردار۔۔۔۔"

آخر میں ایک چھوٹی سی سطر لکھی تھی۔ جو کچھ یوں تھی۔

"پھر بھی ہم سب سوچ رہے ہیں شاید آپ کے لیے کچھ کر سکیں۔ ہمیں وقت دیں۔"

اس نے وقت دے دیا۔ اسے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس دوران اس کا بی اے کا رزلٹ بھی آگیا۔ اے پلس تو جیسے بورڈ والوں نے اس پر حرام ہی کر دیا تھا کہ جتنی بھی محنت کر لے امرحہ کو اے پلس نہیں دینا۔۔۔۔ وہ بہت خفا خفا سی رہی اپنے رزلٹ سے لیکن کیا کر سکتی تھی صرف اتنا کہ "اے پلس۔۔۔۔ پلس کا سائن صفائی سے لگا کر اپنی ڈگری مانچسٹر میل کر دی۔۔۔۔ اور اس کی ذرا سی چالاکی کام کر گئی۔ پورا ایک مہینہ سوچنے کے بعد انہوں نے اسے کہا۔

"ہم آپ کو سیونٹی پرسنٹ اسکالرشپ آفر کر رہے ہیں۔ وہ بھی تیس فیصد ہر حال میں دو سالہ ڈگری کے دوران واپس کرنا ہوگا۔۔۔۔ باقی کا پچاس فیصد آئندہ آنے والے پانچ سالوں کے دوران۔۔۔۔ اپنی رہائش، فوڈ آپ کو خود ہینڈل کرنا ہوگا۔ ہم صرف عارضی طور پر یہ سب مہیا کریں گے۔"

تو منحوس ماری اور جل مروں گی الفاظ کام کر گئے۔ انگریز نما پاکستانی لرز اٹھے اور اسے اسکالرشپ آفر کر دیا۔

دادا کے ساتھ جا کر چپکے سے اس نے اپنا پاسپورٹ بنوا لیا۔۔۔۔ کچھ دادا کے اپنے اور کچھ دادا نے اپنے دوستوں سے قرض لیا اور باقی کا تیس فیصد جمع کر کے اس کے ہاتھ میں دیا۔

اب وہ دادا سے چہک چہک کر باتیں کرتی۔۔۔۔ ان سے لاڈ کرتی۔۔۔۔ کئی سالوں کی کٹی اب ختم ہوئی۔۔۔۔ دادا پوتی میں پھر سے خوب بننے لگی۔۔۔۔ اس کے انداز کچھ ایسے تھے، جیسے ہمیشہ کے لیے جا رہی ہے۔۔۔۔ اور دادا کے یوں کہ وہ ڈگری لے کر آئے گی تو کافی بدل چکی ہو گی اور رونا دھونا مرنا مارنا بھول چکی ہو گی۔

وہ دادا کے ساتھ چھوٹے بڑے ہوٹلوں میں کھانے کھاتی رہی۔۔۔۔ اور ہر ہر قدم پر آس پاس ایسے نظر دوڑاتی جیسے سب کو الوداع کہہ رہی ہو ہمیشہ کے لیے ۔۔۔۔ دادا کچھ بھانپ سے گئے۔

"امرحہ! پڑھنے کے لیے بھیج رہا ہوں۔۔۔۔ صرف پڑھنا وہاں۔۔۔۔ یاد رکھنا صرف پڑھنے کی آزادی دے رہا ہوں باقی فیصلوں کی نہیں۔۔۔۔ باقی سارے اختیارات آج بھی میرے اور تمہارے بابا کے پاس ہیں۔"

"جی ٹھیک ہے۔" اس نے سر ہلا دیا۔۔۔۔ اس نے تو یہی سوچا تھا کہ وہاں پڑھے گی جاب کرے گی اور وہیں رہے گی پتا نہیں دادا کیا کیا سوچ رہے تھے۔۔۔۔ اس کو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کبھی لڑکوں میں دلچسپی نہیں رہی اور وہ لکھ کر دینے کے لیے تیار تھی کہ ہوگی بھی نہیں۔

دونوں مال پر چلنے والی بگھی میں بیٹھے تھے جس کے آگے سفید گھوڑا جتا تھا۔۔۔ اس نے آج غور کیا تھا کہ یہ سب کتنا اچھا تھا۔۔۔ دادا کے ساتھ بیٹھنا اور جگمگ کرتی روشنیوں کو دیکھنا۔۔۔ کھوئے والی قلفی کھانا اور ہاتھ کو قلفی کے نیچے رکھنا۔۔۔ کھوئے والی قلفی جب گرتی ہے تو پگھل کر پوری کی پوری گرتی ہے اور یہ ایسا صدمہ ہوتا ہے کہ کسی تسلی سے زائل نہیں ہوتا۔ مزید پانچ دس قلفیاں کھانے کے بعد بھی بس وہی ایک گر جانے والی قلفی یاد آتی رہتی ہے۔

سیدھی روشن بڑی تاریخی سڑک پر گھوڑے کی ٹاپ نے وہ موسیقی پیدا کی جو صرف لاہور کے گھوڑے مال پر دوڑتے پیدا کیا کرتے ہیں۔۔۔ وہ ہنستے مسکراتے ان دو بچوں کی طرف گھر آئے جو عید کے تین دن عیدی جمع کرنے میں لگا دیتے ہیں اور صرف اس لیے گھر سے باہر نہیں نکلتے کہ مبادا ان کے پیچھے کوئی مہمان آجائے اور ان کی عیدی ماری جائے۔ تین دن عیدی جمع کرنے والے یہ دو بچے چوتھے دن گھر سے نکلتے ہیں اور کیا خوب نکلتے ہیں۔

☼ ☼ ☼

"امرحہ دو دن بعد جا رہی ہے۔" کھانے کی میز پر دادا نے اعلان کیا۔

"کہاں۔۔۔" دادی نے پوچھا۔ وہ سمجھیں۔ اکثر بلوچستان جاتی رہتی ہے اب کے شاید پشاور کو نکل جائے اپنے دادا کے ساتھ۔

"مانچسٹر۔"

"وہ کیا ہے۔۔۔"

دونوں نے اپنی طرف سے دھماکا کیا تھا وہ پٹاخہ بھی نہ نکلا۔۔۔ نظر اتاری جانی چاہیے تھی ان سب کی جغرافیائی معلومات کی۔ انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ مانچسٹر شہر کا نام ہے اور یہ شہر برطانیہ میں ہے۔

"کوئی رشتہ آیا ہے امرحہ کا وہاں سے۔" اس اگلے سوال پر دادا خاموش ہی ہوگئے۔

"تمہاری بیٹی اتنی قابل ہے کہ مانچسٹر کے میئر نے خود خط لکھ کر اسے بلایا ہے کہ ہماری یونیورسٹی میں آکر پڑھو۔" دادا نے طنز کیا۔

بھلے سے وائٹ ہاؤس سے خط آتا کہ اوباما کی اسسٹنٹ بنو آکر، کوئی فرق کب پڑنے والا تھا۔ سب آرام سے کھانا کھاتے رہے۔

"امرحہ باہر جا رہی ہے پڑھنے۔۔۔ دو دن بعد فلائٹ ہے اس کی۔"

اب فرق پڑا۔ اماں، بابا، دادی نے حیرت سے دادا کو دیکھا۔

"پیسے کہاں سے آئے۔۔۔" بابا غصہ دبا کر بولے۔

"مفت جا رہی ہے۔۔۔ سارا خرچہ یونیورسٹی نے کیا ہے۔"

"بابا! کیوں پاگل بنا رہے ہیں مجھے۔ آج کل کون مفت میں سب کرتا ہے۔۔۔ آپ نے اپنا پلاٹ تو نہیں بیچ دیا۔۔۔ وہ میں نے امرحہ اور دانیہ کی شادی کے لیے رکھا تھا۔"

پلاٹ کو بیچنے کی کوشش تو دادا نے بہت کی تھی پر وہ ایسی اجاڑ جگہ پر واقع تھا کہ بک ہی نہیں رہا تھا۔

"پلاٹ جہاں تھا اب بھی وہیں ہے۔۔۔ جا کر دیکھ آنا۔"

"کہیں نہیں آنا جانا۔۔۔ رشتہ دیکھا ہے اس کا ایک بس شادی ہوگی اس کی۔"

"رشتہ۔۔۔" امرحہ نے دادی کی طرف دیکھا اور اٹھ کر کمرے میں آگئی اور جلدی جلدی اپنا سامان پیک کرنے لگی۔۔۔ ساتھ ساتھ وہ خود کو تھپکی دے کر کہتی جاتی۔

"مجھے کوئی نہیں روک سکے گا۔۔۔ میں چلی جاؤں گی ۔۔۔ میں چلی جاؤں گی۔"

دادی، اماں، بابا میں باہر تکرار بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔ یہ کون سا رشتہ تھا جو اس برے وقت میں اس کے لیے آیا تھا۔۔۔ اب اس کا جی چاہا بلکہ اس نے دعا کی کہ اس کے بارے میں جو جو کچھ مشہور ہے وہ سب ان رشتے

والوں تک پہنچ جائیں۔۔۔ اس کے خاندان والے انہیں فون کر کر کے بتائیں کہ لڑکی کیسی جنم جلی ہے منحوس ہے۔۔۔ کالی نظر۔۔۔ کالی زبان والی ہے۔۔۔ اور نہیں تو کوئی دادی کی زبانی تیار کردہ اس کا پیدائشی خلاصہ ان تک پہنچا دے کہ منگل کی دو کو کیا کیا ہوا تھا فقط ایک اس کی آمد سے۔

کوئی موقع تھا رشتے کا۔۔۔ اس کی انگلیاں گھس گئی تھیں میلز لکھ لکھ کر، آن لائن سکالرشپ فارمز بھر بھر کر اور دادی اور اماں اس کی شادی کی تیاریاں کر رہے تھے۔

وہ خود کو تھپکتی رہی اور کہتی رہی "میں چلی جاؤں گی ۔۔۔ میں پرسوں جا رہی ہوں۔۔۔ کچھ نہیں ہوگا۔۔۔ دادا سب ٹھیک کرلیں گے۔" کہتے ہوئے وہ جلدی جلدی سامان بھی پیک کرتی رہی۔ پاسپورٹ کو حفاظت سے چھپا دیا کہ بابا غصے میں آکر اس کا پاسپورٹ ہی نہ جلا دیں۔

رات گزرتی رہی باہر سے ہنوز چاروں کی تیز آوازیں آتی رہیں اور پاسپورٹ کو چھپانے کے بعد وہ کمرے کے دروازے کے ساتھ لگی زمین پر بیٹھی کر اونگھنے لگی لیکن ساتھ ساتھ بڑبڑاتی رہی۔

"میں چلی جاؤں گی۔۔۔ میں تو جا رہی ہوں۔"

دادا نے دروازہ کھولا تو اسے دروازے پہ ہی اونگھتے پایا اور اس کی بڑبڑاہٹ کو کم زیادہ ہوتے سنا۔

تکیہ لا کر اس کے سر کے نیچے رکھا۔۔۔ زندگی میں وہ پہلی رات اتنی خوش تھی اور اس خوشی کی اسے اتنی فکر تھی کہ وہ بنا بستر کے فرش پر سو گئی تھی۔۔۔ انہیں دکھ ہوا۔ اس ماحول نے اسے اتنے دکھ نہ دیے ہوتے۔ اس گھر میں اس کی ایسی حیثیت نہ ہوتی تو وہ ہر رات ایسے ہی سوتی۔۔۔ رو رو کر آنکھیں سرخ کیے خوفزدہ نیند نہیں بلکہ آنکھیں موند کر پریوں کا انتظار کرنے والی نیند۔۔۔ دادا اس کے پاس ہی بیٹھ گئے اور اسے دیکھتے ہی رہے۔۔۔ اولاد نامی جس طوطے میں والدین کی جان ہوتی ہے وہ طوطا امرحہ تھی ان کے لیے۔

انہیں اتنا پیار امرحہ کے والد سے بھی نہیں تھا باقی کی اولادوں سے بھی نہیں تھا۔۔۔ ایک دن امرحہ ان سے خائف ہو کر پوچھنے لگی۔

"آپ بھی دوسروں کی طرح ہو جائیں نا۔۔۔ کیوں کرتے ہیں مجھ سے پیار۔"

وہ اس بات کا جواب نہیں دے سکے۔۔۔ قدرت ہمیشہ انسان پر اتنی مہربان ضرور رہتی ہے کہ اگر ساری دنیا اس انسان سے نفرت کرنے لگتی ہے تو کوئی ایک ضرور اس پر جان چھڑکتا ہے۔ وہ انسان کوئی بھی ہو سکتا ہے اور کوئی چرند پرند یا دوسری مخلوق بھی۔۔۔ بلاوجہ کی نفرت ضرور ایک بلاوجہ کی محبت کو ساتھ باندھ لاتی ہے ۔۔۔ جیسے جیسے دوسروں کے لیے وہ ناپسندیدہ ہوتی گئی ان کے لیے پسندیدہ ترین ہوتی گئی۔۔۔ خدا بھی بھلا کبھی یہ بھولا ہے کہ اس کے بندے کے آس پاس بہت کانٹے اگ آئے ہیں۔۔۔ اور اب اسے ایک مہکتے ہوئے ہمیشہ تر و تازہ رہنے والے پھول کی اشد ضرورت ہے۔۔۔ تاکہ اس پھول کو پا کر وہ کانٹوں کی دی اذیت کو فراموش کر دے۔۔۔ دادا کیا جان سکتے تھے یہ تو خدا ہی جان سکتا تھا اور جو بہتر جان سکتا ہے وہی بہترین کر سکتا ہے۔۔۔ بے شک۔۔۔ بابا نے اسے دس ہزار روپے دیے کہ وہ ضروری خریداری کرلے۔۔۔ اماں اور دادی کا مزاج البتہ بہت برہم تھا۔۔۔ دادا کے ساتھ جا کر ہی اس نے ضروری خریداری کی۔۔۔ دانیہ نے اس کا سامان پیک کروایا۔۔۔ حماد اور علی دل مسوس کرا کے دیکھتے رہے۔۔۔ آخر وہ اتنی دور جا رہی تھی۔

دادا مسلسل دو دن سے اپنی آنکھوں کی جھڑی چھپا رہے تھے۔۔۔

"یہ پڑھنے جا رہی ہے بھاگ نہیں رہی۔۔۔ ماں باپ تو خوش ہوتے نہیں۔ تم دونوں اسے رخصت کرو خوشی سے، یہ نہ ہو کہ جہاز کریش ہوئے یا یہ لاپتا ہو جائے۔۔۔"

دادا نے یہ چھوٹا سا لیکچر دادی اور اماں کو دیا تھا۔۔۔ اس کا جہاز کریش نہ ہو جائے یا وہ لاپتا نہ ہو جائے۔ دونوں نے اپنی برہمی کو ایک طرف رکھا اور اسے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

دعاؤں میں الوداع کہا۔

وہ مانچسٹر کے لیے روانہ ہوگئی۔

شہر اسباق کے لیے۔

شہر آزادی کے لیے۔

شہر یارم کے لیے۔

☆ ☆ ☆

وہ برطانیہ کے تیسرے مصروف ترین ایرپورٹ کی اونچی چھت تلے ایڑی کے بل گھوم گھوم گئی۔

"میں مانچسٹر آگئی ہوں آگ لگانے۔"

اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر چلا کر کہا۔۔۔ چند لوگوں نے اسے حیرت سے دیکھا۔۔۔ لیکن اسے پروا نہیں تھی۔۔۔ وہ گھیردار سفید شلوار اور گول دامن قمیص میں ملبوس تھی۔ اس کا سفید لمبا دوپٹہ مانچسٹر ایرپورٹ کی صفائی کر رہا تھا اور خاص کر ہر آنے جانے والے کے سامان کے ساتھ الجھ رہا تھا۔۔۔ اس نے پھر سے دونوں بازو پھیلا کر ایڑی کے بل گھوم کر کہا۔

میں آگئی مانچسٹر۔۔۔ میں اب کبھی نہیں روؤں گی اور تم مجھے کبھی نہ رلانا۔"

برصغیر کے حاکم وقت کی سرزمین پر گھوم گھوم کر اس کا سفید دوپٹہ لہراتا بہت خوش کن لگ رہا تھا۔۔۔ خوش بختی کا اگر کوئی اشارہ تھا تو وہ اس وقت امرحہ کا ہی نعرہ تھا۔ مسرت و شادمانی کا اگر کوئی نقارہ تھا تو وہ یہی۔۔۔ یہی۔۔۔ ایڑی کے بل گھوم گھوم جانا تھا۔

سکون و راحت کے دریا کا اگر کوئی کنارا نہ تھا تو بس۔۔۔ وہ امرحہ کا وجود سارا تھا۔

اس کو کوئی لینے نہیں آیا تھا۔ وہ تین گھنٹے سے انتظار کر رہی تھی لیکن اسے کوئی گلہ نہیں تھا۔ وہ تین دن بھی انتظار کر سکتی تھی۔۔۔ اب اسے کہیں کوئی مسئلہ نہیں تھا۔

اسے اپنے نام کا بورڈ دور سے آتا ہوا نظر آیا۔۔۔ لانگ کراس بیگ لٹکائے ایک چائنیز کلس کورین لڑکی بھاگتی ہوئی آرہی تھی۔

"میں ہوں امرحہ۔" وہ لیک کراس کورین لڑکی کی طرف لپکی۔

"اوہ ہیلو۔۔۔ سوری مجھے دیر ہوگئی۔"

"کوئی بات نہیں، چلیں۔۔۔؟"

"دراصل جسے تمہیں لینے آنا تھا۔ اس کا ایکسیڈنٹ ہوگیا آتے ہوئے۔۔۔ پھر مجھے آنا پڑا۔۔۔ زیادہ انتظار تو نہیں کرنا پڑا۔"

امرحہ کی شکل بنی پھر اس کی ہنسی نکل گئی۔ ہانا آگے آگے چلنے لگی وہ اتنی تیزی سے چل رہی تھی کہ امرحہ کے لیے اس کا ساتھ دینا مشکل ہو رہا تھا۔۔۔ دونوں ٹیکسی میں بیٹھ گئیں۔۔۔ بلڈنگ تک آئیں۔ سامان اوپر لائیں اور فلیٹ کے اندر آگئیں۔

فلیٹ خالی تھا۔۔۔ دو کمرے سامنے۔۔۔ چھوٹا سا لاؤنج اور لاؤنج کے سامنے ہی اوپن کچن۔۔۔ امرحہ کی آنکھیں کھل گئیں۔۔۔ ایسا صاف ستھرا فلیٹ اس کے لیے۔۔۔ واؤ۔

ہانا اسے ایک کمرے میں لے آئی، جہاں دو سنگل بیڈ رکھے تھے اور نہ جانے کیسے جگہ نکال کر فرش پر ایک فولڈنگ میٹریس بچھایا گیا تھا۔۔۔ جہاں میٹریس بچھا تھا یقیناً" وہ ان کے چلنے پھرنے کی چند قدمی جگہ ہوگی۔۔۔

"یہ آپ کا بستر ہے۔۔۔" اس نے فرشی بستر کی طرف اشارہ کیا۔۔۔ اور امرحہ کا موڈ ہی آف ہوگیا۔ وہ کیوں سوئے نیچے۔

"برائے مہربانی اس کے علاوہ کسی چیز کو ہاتھ مت لگائیے گا۔" یہ فقرہ اس نے جبراً" مسکرا کر لیکن بہت درخواست گزار انداز میں کہا اور کیونکہ ہاف چائنیز تھی تو ذرا سا جھک کر کہا۔

جب تک وہ فریش ہوئی۔ ہانا نے اسے کافی اور سینڈوچز بنا دیے۔ "یہ میری طرف سے۔" چھوٹی سی ٹرے کو آگے کرتے ہوئے اس نے عاجزی اور ایسی خوشی سے کہا جیسے اپنی قیمتی خزانے میں سے اسے کچھ عنایت کر رہی ہو۔۔۔ امرحہ دیکھ کر رہ گئی۔۔۔ اتنی لمبی فلائٹ کے بعد اسے یہ چھوٹا سا خوان پیش کیا جا رہا تھا۔۔۔

"شاید یہ ابتدائیہ ہو اور اصلی سوپر (کھانا) رات میں ہو۔" امرحہ سوچنے لگی۔

"میں لیٹ ہو رہی ہوں۔۔۔ مجھے جانا ہے۔" اور جاتے جاتے بھی وہ پھر کہہ گئی۔ "کسی بھی چیز کو ہاتھ مت لگائیے گا پلیز۔"

لیکن وہ ایک ایک چیز کو ہاتھ لگاتی رہی۔۔۔ اسٹڈی ٹیبل پر رکھے نئی نئی اشکال والے پرفیومز کو اسپرے کرتی رہی۔۔۔ دراصل وہ صرف یہ دیکھ رہی تھی کہ وہ کس قدر اصلی ہیں۔۔۔ یعنی کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں کتنا بھی مہنگا اور ہائی برانڈ کا پرفیوم لے لیا جائے وہ اصل کی کاپی ہی ہوتا ہے اصل نہیں۔۔۔ سب کے پرفیومز بے دریغ اسپرے کرتے اسے کچھ کچھ حقیقت کا اندازہ ہو رہا تھا کہ پاکستان میں وہ اصل کی کاپی ہی خریدتی رہی ہے۔۔۔ پورا فلیٹ معطر ہو گیا اتنے ہائی کوالٹی پرفیومز سے۔۔۔ وہ۔۔۔ وہیں قریب ہی کچھ میک اپ کا سامان رکھا تھا وہ اسے دیکھتی رہی۔۔۔ کتابوں پر صرف ایک نظر ڈالی ایسے ایسے ٹائٹل تھے کتابوں کے جیسے عہد قدیم کی کتابیں عہد جدید کے لباس میں ملبوس پڑی ہوں۔۔۔

عہد قدیم سے اسے کبھی دلچسپی نہیں رہی تھی۔۔۔ واش روم گئی۔۔۔ ایک ایک آئٹم کو چیک کیا، فیس واش، باڈی واش۔۔۔ لوشنز کو دیکھا۔۔۔ حتیٰ کہ باتھ ٹب کے کنارے پر رکھی چھوٹی چھوٹی بطخوں کو بھی۔۔۔ پھر وہ کچن میں آئی۔۔۔ ایک ایک کیبنٹ کو کھول کر دیکھا۔۔۔ فوڈ آئٹمز کو سونگھ کر دیکھا۔۔۔ دوسرا کمرا لاک تھا۔۔۔ لاؤنج میں رکھا ٹی وی اس نے آن کیا اور پہلے چینل چیک کرتی رہی پھر ایک میوزک چینل لگا کر کچن میں آکر نوڈلز بنانے لگی۔۔۔ دو عدد نوڈلز کے پیکٹ بنائے۔۔۔ بڑے پیالے نما باؤل میں ڈالے۔۔۔ اور ایڈورڈ مایا کو سنتے سنتے کھا گئی۔ باؤل کو میز پر ہی رہنے دیا اور ٹی وی بند کر کے سنگل بیڈ پر آکر سو گئی۔

"تیس فیصد ادا کیا تھا انہیں۔۔۔ کوئی مذاق تھا۔"

رات کو بارہ کے بعد کا وقت ہوگا، جب اسے اٹھایا جا رہا تھا۔

"مس پاکستان۔۔۔ پلیز اٹھیں۔" ایک نیا چہرہ اسے اٹھا رہا تھا۔ پہلے تو وہ سمجھی کہ یہ خواب ہے سو وہ بدستور سوئی رہی۔۔۔

"لیڈی امرحہ۔۔۔ پلیز۔۔۔ ورنہ میں آپ کی ناک کے پاس یہ ڈی ڈی اسپرے کر دوں گی۔۔۔ اینڈ ٹرسٹ می! اس کی اسمیل دنیا کی گندی ترین اسمیل ہے۔۔۔ کئی ہفتوں تک ناک میں گھسی رہتی ہے۔"

امرحہ تو خواب میں دادا کے ساتھ بیٹھی نہاری کھا رہی تھی۔

اسپرے کا ڈھکن کھلا اور دنیا کی گندی ترین بدبو اس کی ناک کے قریب آئی۔۔۔ وہ صحیح کہہ رہی تھی وہ کئی ہفتوں نہیں جانے والی تھی۔

"دادا۔۔۔" وہ چلا کر اٹھ بیٹھی۔

"ابھی میں نے اسپرے نہیں کیا۔۔۔" اس نے کندھے اچکا کر اسپرے کی بوتل پر ڈھکن رکھا۔

وہ اپنی سرخ بوجھل آنکھوں سے گہری سبز آنکھوں والی کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔ اس کی نظر دھندلا رہی تھی۔۔۔

ڈی ڈی کا ڈھکن پھر سے کھلا۔۔۔ اور اس کی ناک کے قریب آیا۔۔۔ اس نے ہاتھ سے پرے کیا۔۔۔ اس بار اس کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

"کتنا غیر مہذب انداز ہے یہ۔" امرحہ کی آواز روہانسی ہوگئی۔ گہری سبز آنکھیں پھیل گئیں۔

"غیر مہذب۔"

"تم لوگ کتنی بھی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں پڑھ لو، بنیادی اخلاقی اصول کبھی نہیں سیکھ سکو گے۔۔۔"

اس بار سبز آنکھیں طنز سے اسے دیکھنے لگیں۔ "ذرا صبر کے ساتھ باہر آجائیے۔" وہ کہہ کر چلی گئی۔

امرحہ منہ ہاتھ دھو کر باہر آئی۔ اس نے جان بوجھ کر زیادہ وقت لگایا کہ کرتی رہیں کھانے پر اس کا انتظار۔۔۔ لیکن باہر لاؤنج میں کوئی کھانے والے کی میز سجی تھی نہ ہی کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبوئیں آرہی تھیں البتہ ایک نہ دو پورے پانچ کا مجمع باہر بیٹھا تھا اور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

میز پر نوڈلز کا وہ باؤل رکھا تھا جس میں کچھ نوڈلز بچے تھے۔ وہ مجمع اسے دیکھ رہا تھا۔

"بیٹھ جائیے۔" بھورے بالوں والی نے کہا جس نے ایشیائی طرز کی بالوں کی چوٹی گوندھ کر دائیں شانے کی طرف ایسے لٹکا رکھی تھی جیسے کنڈلی مارے بھورا سانپ کھڑکی کی چوکھٹ پر پڑا جھول رہا ہو۔ امرحہ بیٹھ گئی۔ شاید کھانے سے پہلے متعارف ہوتا ہوگا۔

"یہ مس پاکستان ہیں۔ امرحہ۔" ہانا نے کہا۔

"ہائے... میں للی کول ہوں۔ اسکاٹ لینڈ سے۔" اسپرے والی نے اپنا تعارف کروایا۔

"میں شرلی مارگوٹ۔" بھورے بالوں والی نے کہا لیکن وہ مسکرا نہ سکی۔

"آئی ایم بیٹی لو۔ میں جرمنی سے ہوں۔" بہت لمبی اور بہت پتلی بیٹی لو نے بے طرح مسکرا کر کہا امرحہ دیکھ رہی تھی کہ اس کی ہنسی اس کی آمد سے ہی قابو سے باہر ہوئی جا رہی تھی۔

"میں عذرا ہوں۔ شکاگو سے..." لڑکھڑاتی اردو میں آواز آئی، مردانہ ہیئر اسٹائل کی حامل جسے وہ شارلٹ کرسٹینا ٹائپ سمجھ رہی تھی۔

"میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگانا...؟" ہانا نے بولنا شروع کیا۔

"میں صرف واش روم گئی تھی۔" وہ صاف مکر گئی۔

ہانا کا منہ کھل گیا "یہ جھوٹ بول رہی ہیں شرلی۔" شرلی نے آنکھ سے اشارہ کیا ہانا کو... اور ہانا خاموش ہو گئی۔

"یہ..." شرلی نے میز پر رکھے باؤل کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے کیا معلوم اس کے بارے میں... یہ تو پہلے سے یہاں رکھا تھا۔" اب کی بار وہ حقیقتاً "ڈر" گئی تھی اور اسے افسوس ہوا اس نے سارے نوڈلز کھا کر باؤل کو دھو کر کیوں نہ رکھا۔

"ٹھیک ہے امرحہ! آپ جا کر سو جائیں... سوری آپ کو ڈسٹرب کیا۔"

"اور کھانا...؟" وہ کھڑی ہو کر پوچھنے لگی۔

وہ پانچوں پہلے اسے پھر آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ بیٹی لو نے گو منہ پر ہاتھ رکھ لیا لیکن امرحہ دیکھ سکتی تھی کہ وہ اپنی ہنسی کو قابو میں کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

"ابھی آپ کو اور بھوک لگی ہے...؟" عذرا نے پوچھا۔

"نہیں بھوک تو نہیں لگی... پھر بھی کھانا تو کھاتے ہیں نا..." اس سے یہی بات بن سکی لیکن حقیقت میں اسے بھوک لگی تھی اور بھوک سے زیادہ اسے یہ انتظار تھا کہ آخر اس کے لیے کھانے کا کس قسم کا انتظام کیا گیا ہے... کیا کیا بنایا گیا ہے اس کے لیے۔

"ہم بنا بھوک کے کھانا نہیں کھاتے لیڈی..." شرلی نے کسی قدر متانت سے کہا۔

"کھلاتے بھی نہیں؟" اس نے اردو میں کہا... کسی کی سمجھ میں نہیں آیا بس عذرا نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ کمرے میں آئی اور فرشی بستر پر آ کر سو گئی۔ باہر بھنبھناہٹ ہوتی رہی... "ہوتی رہے میں فیصد لوا کیا ہے۔" وہ سو گئی۔

☆ ☆ ☆

اگلے دن وہ اٹھی تو کمرے کی کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھ کر اس کی چیخ نکل گئی "اف اتنی صفائی... اتنی خوب صورتی۔"

بلڈنگ کے جس راستے سے وہ اس فلیٹ میں آئی تھی یہ اس کی پچھلی طرف کا منظر تھا جہاں سرسبز گھاس کا ایک کھلا قطعہ تھا اور اس سرسبز گھاس پر جگہ جگہ مختلف کیاریوں میں ڈھیر سارے پھول کھلے تھے... قطعے کے پار سڑک، جس پر دور دور تک گرد کا نشان نہ تھا۔ اتنی خاموشی جیسے کوئی بنی نوع انسان زمین پر اترا ہی نہیں۔

کمرہ خالی تھا... سارا فلیٹ ہی خالی تھا... بیڈ کورز بے شکن تھے، اسٹڈی ٹیبل پر ایک بھی پرفیوم موجود نہیں تھا... واش روم میں کل رات تک نظر آنے والے سب ہی شیمپوز، فیس واش غائب تھے۔ وہ کچن

میں آئی تو کاؤنٹر پر ایک چٹ رکھی تھی۔

"یو آر بریک فاسٹ۔"

انڈا، جام، چار ڈبل روٹی کے پیس، دودھ اور شوگر ایک پلیٹ میں ——— کافی کے مگ میں ایک مگ جتنی کافی اور سائیڈ پر رکھا ایک عدد ٹی بیگ...

باقی چاروں کیبنٹ کو ایک زنجیر سے پرو کر درمیان میں چھوٹا سا تالا لگا دیا تھا... امرحہ کو ایک معمولی سا جھٹکا لگا یہ سب دیکھ کر... بس یہی معمولی سا... اس کے پاس کوئی فون نہیں تھا رات ہانا نے اس کی بات پاکستان کروا دی تھی... اب ظاہر ہے اسے خود ہی فون کرنا ہوگا اگر وہ اس معمولی سے جھٹکے کے بارے میں دادا سے لمبی بات کرنا چاہ رہی تھی تو... اور لمبی بات پر لمبا بل بھی ادا کرنا پڑتا تھا۔

دوسری چٹ فریج پر لگی تھی۔ "نو بجے آ کر ڈربی تمہیں لے جائے گی یونیورسٹی تیار رہنا۔"

ناشتا کر کے وہ تیار ہو گئی۔ ٹھیک نو بجے ڈربی نامی چھوٹی سی عورت نما بچی کہ لڑکی آئی۔

"میں ڈربی ہوں۔ مجھے شرلی نے کہا تھا کہ تمہیں یونیورسٹی ڈراپ کرتی جاؤں۔"

"میں امرحہ ہوں... میں آج پہلی بار یونیورسٹی جا رہی ہوں۔"

"یہ تمہیں دیکھ کر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے..." وہ مسکرائی اور امرحہ کو وہ مسکراتی ہوئی بہت اچھی لگی، ان فیکٹ امرحہ کو اس کی گھسی ہوئی جینز اور گھسے ہوئے شوز بھی بہت اچھے لگ رہے تھے اور اس کے برسلز والے دانت بھی کیونکہ وہ مانچسٹر یونیورسٹی میں قدم رکھنے جا رہی تھی... اسے سب اچھا ہی لگنا چاہیے تھا نا۔

"جلدی کرو ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔" ڈربی تیزی سے باہر نکلی۔ فلیٹ کو لاک کر کے وہ اس کے پیچھے آئی۔ ڈربی ایک منی سی سائیکل کو لیے تیار کھڑی تھی۔

"آ جاؤ بیٹھ جاؤ..." اس نے اس منی سی سائیکل کی پچھلی نشست کی طرف اشارہ کیا۔

تو اس پر ڈراپ کرنا تھا اسے... اس لیے خاص ڈربی کو بھیجا گیا۔

"کیا ہوا امرحہ... آ جاؤ نا... مجھے اپنی کلاس بھی لینی ہے۔"

وہ اس منی سی لڑکی کی منی سی سائیکل پر بیٹھ گئی، پہلے اپنی شرمندگی چھپاتی رہی، پھر اپنی ہنسی دباتی رہی... سڑکوں پر سے گزرتے اس نے کسی طرف بھی نہ دیکھا اور ڈربی کے پیچھے منہ چھپائے وہ اپنی ہنسی کی رفتار کم کرتی رہی۔

"دادا..." اس نے خیالوں میں دادا کو مخاطب کیا۔ "مجھے اتنی ہنسی آ رہی ہے کہ میرا جی چاہتا ہے اس سڑک پر کود جاؤں اور پیٹ پر ہاتھ رکھ کر اتنی زور زور سے ہنسوں کہ سارا مانچسٹر اکٹھا ہو جائے۔ دادا! زندگی کیسے کبھی ہمیں چھوٹے، معمولی، بے کار قسم کے بہانوں پر ہنساتی ہے... دادا! مجھے وقت کے یہ بہانے اچھے لگے جو اس نے میری زندگی میں پرو دیے۔"

اس دوران بار بار اس کی نظر ڈربی کے ان چند بالوں کی طرف اٹھ جاتی تھی جنہیں ڈربی نے سر سے بہت اوپر اٹھا کر چٹی منی سی پونی میں باندھ رکھا تھا... اور جو خدا معاف کرے پونی ٹیل کے نام پر خاصا گہرا کلنک کا ٹیکہ تھا... ہوا میں لہراتے وہ کسی چھوٹی چڑیا کی دم جیسے لگ رہے تھے۔

ڈربی سنجیدگی و متانت سے ایسے سائیکل چلا رہی تھی جیسے شاہ اردن کی سونے کی بگھی دوڑا رہی ہو... سارا راستہ وہ امرحہ کی ہنسی کے فواروں کی بوچھاڑ سہتی رہی تھی... اسے اتارنے کے بعد وہ بولی بھی تو صرف اتنا "کتنی موٹی ہو تم... جاگنگ کیا کرو۔" ڈربی کیسے اسے اپنی سائیکل پر گھسیٹ کر وہاں تک لائی تھی اس کی پیشانی کا پسینہ بتا سکتا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ آکسفورڈ روڈ پر برطانوی طرز تعمیر کی تاریخ ساز عمارت کے عین سامنے کھڑی تھی۔ یونیورسٹی میں کیمپس کی آرک کے پیچھے... جس کے اوپر بڑے سنہرے حرف میں یونیورسٹی آف مانچسٹر جڑا تھا، جس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی بنیاد 1824ء میں رکھی گئی تھی۔
علم، حکمت، انسانیت جس درسگاہ کا موٹو تھا۔۔۔ جو قریباً چالیس ہزار کے قریب اسٹوڈنٹس کو فیض یاب کر رہا تھا۔۔۔ دنیا کی دس بہترین درسگاہوں میں سے ایک ”دی یونیورسٹی آف مانچسٹر“

وہ مین کیمپس کو۔۔۔ آرک کو دیکھتی ہی رہ گئی۔ اس طرز تعمیر کی عمارتیں اس نے لاہور میں بھی دیکھی تھیں۔۔۔ یہ اسے کچھ کچھ لاہور عجائب گھر جیسی بھی لگی۔۔۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اندر کیسا جہان آباد ہے۔۔۔ دنیا کے کیسے لائق فائق قابل اساتذہ یہاں اکٹھے کیے ہیں۔۔۔ وہ کیسے کیسے شاگردوں کے استاد بنا دیے گئے ہیں۔۔۔ وہ ابھی کچھ نہیں جانتی تھی۔ اور وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ بہت جلد بہت کچھ جان جائے گی۔

اسٹوڈنٹس کا جم غفیر ایسے اندر جا رہا تھا جیسے اندر کوئی چیز مفت بانٹی جا رہی ہو جیسے کہ ”بریانی“ یا اٹلی کا وہ مشہور پیزا جو اٹلی میں بھی نہیں ملتا۔۔۔

”آجاؤ امرحہ“ ڈربی کافی آگے جا چکی تھی۔

امرحہ اس کے ساتھ چلنے لگی۔۔۔ اس نے پہلے سائیکل کو اسٹینڈ پر کھڑا کیا۔۔۔ یہ جدید طرز کا سائیکل اسٹینڈ بھی امرحہ کے لیے نیا تھا۔ خیر اب تو اس کے لیے بہت کچھ نیا ہونے والا تھا۔ اس کی آنکھیں گول گول گھوم رہی تھیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرف دیکھے۔ بس جی چاہ رہا تھا سب ایک ہی بار جلدی سے دیکھ لے۔۔۔ اسٹوڈنٹس کی آمد و رفت میں تیزی بھی تھی اور پھرتی بھی اور وہ ایسے تھی جیسے کہ پھرتی اور تیزی سے ہم کبھی ملے نہیں اور سست روی سے ہماری بہت دوستی چل رہی ہے۔

”امرحہ! تیز چلو نا۔۔۔“ ڈربی نے بیس قدم آگے جا کر گردن موڑ کر آواز لگائی۔۔۔ اس آواز پر اس نے ذرا سی تیزی دکھائی اور اس سے پندرہ قدم قریب ہو گئی۔ ڈربی سرسبز گراؤنڈ میں ایک گروپ کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی اور اس کی طرف اشارہ کیا۔۔۔ امرحہ کا اتنی دور سے ہی ذرا دم سا نکل گیا۔۔۔ وہ دس بارہ لڑکے لڑکیوں کا گروپ تھا اور ان میں شرلی کو اس نے فوراً پہچان لیا۔ باقی عذرا کو پہچاننے میں اسے تھوڑا وقت لگا کیونکہ اس نے سر پر سیاہ نیٹ باندھ رکھی تھی۔

”السلام علیکم۔۔۔“ اس نے ان کے قریب جا کر ذرا دبی دبی آواز میں کہا اگر ڈربی کے ساتھ اس کی سائیکل پر بیٹھے وہ ہنسنے سے ذرا جلدی فارغ ہو جاتی تو اس سے کچھ معلومات ہی لے لیتی۔

سب نے اپنا اپنا نام لے کر تعارف کروایا۔ اس دوران وہ جس خلوص سے مسکراتے رہے۔ امرحہ ہلکی پھلکی ہوتی گئی۔۔۔ وہ بلاوجہ ان کے دباؤ میں آ گئی تھی۔

یہ سب تو بہت اچھے ہیں۔

ایک لڑکا اور دو لڑکیاں انھیں اور اسے ساتھ لے کر یونیورسٹی کینٹین میں آ گئیں اور اسے کافی پلائی۔۔۔ جب وہ کافی کی آخری چسکی لے چکی اور گروپ کے لیڈر دائم اور گروپ کی لڑکیوں نوال اور بریرہ کی خوب صورتی کو دل ہی دل میں داد دے چکی تو دائم نے کچھ یوں بات شروع کی۔۔۔

”مس امرحہ! کیا آپ مجھے مکمل سنجیدگی اور توجہ سے سننے کا وعدہ کریں گی۔۔۔“

”میں وعدہ کرتی ہوں۔“ اس نے ٹھیک اسی انداز میں کہا جس میں بچے ایک ہاتھ میں چاکلیٹ چھپا کر اور دوسرے ہاتھ کو آگے کر کے کہتے ہیں۔ ”پکا وعدہ میں رات میں چاکلیٹ نہیں کھاؤں گا۔۔۔“

”گڈ۔۔۔ کیونکہ مجھے کچھ شک سا ہے اس لیے پھر کہہ رہا ہوں کہ درمیان میں مت بولیے گا۔۔۔ ہم یہ تین لوگ جو آپ کے سامنے بیٹھے ہیں۔۔۔ ہم نے اور کچھ ان دوستوں نے جو تعلیم مکمل کر چکے ہیں یا جو ہم سے سینیئر ہیں نے ایک منصوبہ بنایا تھا کہ کیوں نہ ہم اپنی ذاتی کوششوں سے لائق فائق قابل پاکستانی اسٹوڈنٹس کو اسکالرشپ دیں۔۔۔ ہم انہیں اپنے جمع کیے گئے فنڈز سے یہاں بلوائیں تاکہ وہ پاکستانی اسٹوڈنٹس کو جو لائق تو ہیں لیکن اچھی تعلیم افورڈ نہیں کر سکتے انہیں آگے بڑھنے کا اور غیر ملکی سطح پر اپنا آپ منوانے کا موقع ملے، تاکہ یہ سب پھر پاکستان کی ترقی میں اہم ثابت ہو سکیں۔۔۔ سادہ لفظوں میں ہم بے حد ذہین لیکن بے حد غریب اسٹوڈنٹس کو یہاں بلوا رہے تھے۔ جو پاکستانی یونیورسٹی میں بھی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ ہمارے تین لوگوں کے گروپ نے مختلف ذرائع سے فنڈز اکٹھے کیے۔۔۔ ہم نے مختلف ایونٹس میں اسٹالز لگائے، کچھ میوزک اور تھیٹر کیا۔۔۔ کچھ ہماری اپنی سیونگ تھی اور کچھ ہمیں ہمارے والدین، رشتے داروں، دوستوں اور مختلف کمیونٹیز کے مختلف افراد نے فنڈز دیے۔۔۔ اور ہم نے مطلوبہ ہدف پورا کر لیا۔

ہم صرف پانچ اسٹوڈنٹس ہی افورڈ کر سکتے تھے، وہ بھی اس صورت میں اگر وہ یہاں آتے ہی جلد سے جلد اپنی خوراک اور رہائش کی ذمہ داری اٹھا لیتے۔۔۔ اگر ہم انہیں خوراک اور رہائش بھی دیتے تو صرف تین ہی کو یہاں بلوا سکتے تھے۔۔۔

ہمیں ایک ہزار سے زیادہ درخواستیں موصول ہوئیں جن میں سے ہم نے پانچ کا انتخاب کیا۔۔۔ باقی کے جو ہزار اسٹوڈنٹس تھے، وہ بھی کسی سے کم نہیں تھے لیکن جن پانچ کا ہم نے انتخاب کیا تھا وہ گاؤں اور بہت چھوٹے قصبوں کے رہنے والے تھے اور ان کے لیے مانچسٹر یونیورسٹی آ کر پڑھنے کے چانسز صفر تھے۔

وہ سب یہاں ایک ہفتہ پہلے ہی آ چکے ہیں اور خوشی کی بات یہ ہے کہ آتے ہی انہوں نے اپنی رہائش اور خوراک کا انتظام کر لیا ہے کیونکہ وہ پڑھے لکھے ہونے کے ساتھ ہنر مند بھی تھے۔ اس لیے انہیں فوراً یہاں جاب مل گئی۔۔۔ ان میں سے ایک گاڑیوں کے لاک ٹھیک کرتا ہے اور ایس پی ورکشاپ نے سیلیوٹ مار کر اسے جاب دی ہے۔۔۔ مجھے آپ کو یہ بتاتے ہوئے بہت فخر محسوس ہو رہا ہے کہ ہم ایک ایسے طالب علم کو یہاں لانے میں کامیاب ہو گئے ہیں جس نے اپنی پرائیویٹ تعلیم میں پنجاب بورڈ میں ٹاپ کیا تھا اور یہ کام اس نے گاڑیوں کے لاک ٹھیک کرتے اور ایک دن بھی اپنی جاب سے چھٹی نہ کر کے کیا۔۔۔

ہمیں جتنی درخواستیں موصول ہوئیں، وہ کم و بیش سب ہی ایسی تھیں لیکن ایک آپ کی درخواست سب سے مختلف تھی۔۔۔ آپ کی تعلیمی اسناد میں کچھ بھی قابل ذکر نہیں تھا۔۔۔ آپ ان ہزار میں سے صفر تھیں۔

آپ لاہور جیسے بڑے تعلیمی شہر میں رہتی تھیں۔۔۔ جہاں اچھے تعلیمی اداروں کی بھرمار ہے۔۔۔ آپ پڑھنے کے لیے ایک اچھے کالج جاتی تھیں۔۔۔ آپ کے فادر کی پاکستان کے ایک بڑے بازار میں اپنی ذاتی دوکان تھی۔ آپ کے پاس اپنا ذاتی گھر تھا۔۔۔ آپ کوئی جاب بھی نہیں کرتی تھیں پھر بھی آپ کی تعلیمی قابلیت میں کچھ بھی قابل ذکر نہیں تھا۔۔۔ آپ کسی بھی طرح اس اسکالرشپ کی مستحق نہیں تھیں۔۔۔ آپ کی درخواست پر جواب بھی نہیں دیا جانا چاہیے تھا۔۔۔ لیکن ہم نے جواب دیا۔۔۔ آپ کی تعلیمی قابلیت دیکھ کر نہیں۔۔۔ آپ کی ذہنی حالت دیکھ کر۔۔۔ اپنی آخری میل میں آپ نے لکھا تھا ”میں ہوں ہی منحوس ماری میں جل کر مر جاؤں تو ہی اچھا ہے۔“ اس سطر پر ہم نے ذرا توجہ دی۔۔۔

ہماری ایک گروپ ممبر نے جو نفسیات کی طالبہ ہیں، آپ کی بھیجی گئی دوسری میلز بھی پڑھیں اور اس نے اپنی رائے دی کہ آپ کی ذہنی حالت بہت تباہ کن ہے اتنی ناکامیاں اٹھانے کے بعد مزید ناکامی آپ کو بالکل توڑ دے گی اور مایوس ہو کر آپ کچھ بھی کر سکتی ہیں اس لیے ہم نے ایک مہینے کا وقت لیا آپ سے۔۔۔ ہم اس صورت حال پر حقیقتاً کافی پریشان تھے ہم اپنے اسکالرشپ دے چکے تھے۔۔۔ آپ کو کیا دیتے۔۔۔ لیکن آپ کو اس کیفیت میں بھی نہیں چھوڑ سکتے تھے۔

اس لیے اس بار ہم نے اپنی پاکٹ منی نکالی۔۔۔ کچھ دوسرے اسٹوڈنٹس سے رابطے کیے۔۔۔ اور پھر چالیس اسٹوڈنٹس نے آپ کے لیے فنڈز اکٹھے کیے۔۔۔ اور بہت مشکل سے۔۔۔ اتنی مشکل سے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔۔۔ ان چالیس اسٹوڈنٹس میں عیسائی، مسلم، انڈین، بنگالی، جاپانی، امریکن، فرنچ سب شامل ہیں۔۔۔ اس لیے یہاں خاص طور پر میں آپ کو یہ ذہن نشین کروا دوں کہ ان افراد کی اقوام کا احترام

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

آپ پر لازم ہے۔۔۔

ہم نے آپ سے پوچھا۔ کیا آپ ففٹی پرسنٹ افورڈ کر سکتی ہیں؟ آپ نے کہا نہیں۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ اس ففٹی پرسنٹ کے لیے آپ نے اتنی کوشش نہیں کی ہوگی جتنی ہم آپ کے لیے کر رہے تھے۔ لیکن آپ تھرٹی پرسنٹ ادائی پر مان گئیں۔۔۔ اگر آپ تھرٹی پرسنٹ پر نہ مانتیں تو آپ کے لیے مجھے اپنی وہ کار بیچنی پڑتی جو میں نے کالج کے زمانے میں اپنی پارٹ ٹائم جاب کی سیونگ سے خریدی تھی۔۔۔ یہ بات اچھی طرح یاد رکھیے گا کہ جن چالیس اسٹوڈنٹس نے آپ کے لیے فنڈز دیے ہیں وہ بہت امیر کبیر نہیں ہیں۔۔۔ سب پڑھنے کے ساتھ جاب کرتے ہیں اور ایک ایک پنی بچاتے ہیں۔۔۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ ہوا میں اڑ کر یا جادو سے یہاں نہیں آگئیں۔۔۔ ہر روز ہم نے آپ کے لیے میٹنگ کی ہے۔۔۔ صورت حال پر غور کیا ہے۔۔۔ کوئی ایک بھی ہاں کرکے پیچھے نہیں ہوا۔۔۔ کمائے گئے اور بچائے گئے ایک ایک پونڈ کو انہوں نے آپ پر انویسٹ کیا ہے۔۔۔ انویسٹمنٹ کرنا سمجھتی ہیں آپ۔۔۔ انویسٹمنٹ اس لیے کی جاتی ہے کہ پیسے لگانے والے کو نفع ہو۔۔۔ اور یہ فائدہ وہ اس طرح لے رہے ہیں' تیسری دنیا کا ایک باشندہ تعلیم یافتہ ہو جائے' وہ اپنے ملک و قوم کا سہارا بنے۔۔۔ انہیں آپ ان کے دیے گئے پورے پورے پیسے واپس کریں گی۔ ایک کم نہ ایک پونڈ زیادہ۔۔۔ اور سارا منافع آپ لے جائیں گی۔۔۔ اس سارے منافع یا فائدے کے لیے انہوں نے انویسٹمنٹ کی ہے۔۔۔ میری بات کو برائے مہربانی سمجھیں اور یاد تو ضرور ہی رکھیں۔۔۔

جنہوں نے فنڈز دیے ہیں' وہ آپ کو نہیں جانتے۔ کوئی ایک بھی آپ کا نام نہیں جانتا۔۔۔ شکل سے تو بالکل بھی نہیں۔۔۔ تاکہ آپ کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔۔۔ ہم تین کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ فنڈز آپ کے لیے اکٹھے کیے گئے ہیں۔۔۔ ہم نے آپ کی عزت نفس کا پورا خیال رکھا ہے۔۔۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ کوئی آپ کے پاس آکر آپ کو کچھ بھی جتائے۔۔۔ اب میں دوسری طرف آتا ہوں۔۔۔

آپ سے کہا گیا کہ اپنی رہائش اور کھانے کا ذمہ آپ کو لینا ہوگا۔ آپ نے کہا آپ یہاں آکر دیکھ لیں گی۔۔۔ گڈ۔۔۔ صرف یہی ایک اچھی اور مثبت بات تھی جو آپ نے کی تھی۔۔۔ جن پانچ لڑکیوں کے ساتھ آپ رہیں۔ ان سے ہم نے خاص درخواست کی تھی کہ وہ آپ کو عارضی طور پر چند دن اپنے پاس رکھ لیں۔۔۔ آپ کو ایرپورٹ ریسیو کرنے کے لیے جانے والے جس شخص کا ایکسیڈنٹ ہوا' وہ ہمارے لیے رضاکار بنا تھا' جو آپ کو ایرپورٹ سے لے کر گئی' وہ اپنے اس دوست کے لیے آپ کی مدد کر رہی تھی جس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔۔۔ جس بستر پر کل آپ سوئیں وہ میٹرس ان دونوں نے"

اس نے نوال اور بریرہ کی طرف اشارہ کیا۔

"اپنی باقی ماندہ بچی ہوئی سیونگ سے خرید کر وہاں رکھا۔۔۔ آپ کو ہانا نے منع کیا تھا کہ کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگانا لیکن آپ نے لگایا پرفیومز کو اور ایسی ہی دوسری چیزوں کو۔۔۔ بلکہ مجھے کہنا چاہیے کہ سوائے کتابوں کے ہر چیز کو۔ آپ نے دو نوڈلز کے پیکٹ نکال کر کھائے۔۔۔ مس امرحہ وہ سب بہت اچھی میزبان ہیں۔۔۔ ان فیکٹ ہم سب جانتے ہیں کہ میزبانی کسے کہتے ہیں لیکن ہم سب اور وہ سب اپنے گھروں میں نہیں ہیں۔۔۔ ہم اپنے گھروں' شہروں' ملکوں سے دور یہاں اکیلے رہ رہے ہیں۔۔۔ اپنی مدد آپ کے تحت۔۔۔ کاش رات ہی ہانا تھوڑا سا آپ کو اپنے بارے میں بتا دیتی۔۔۔ وہ صرف دو وقت کھاتی ہے۔ صبح وہ نوڈلز کا پیکٹ کھاتی ہے اور رات کو جہاں وہ جاب کرتی ہے وہیں سے اسے ایک برگر ملتا ہے اور ایک کپ کافی۔۔۔ وہ ایک ایک پونڈ بچاتی ہے کیونکہ اپنے تعلیمی اخراجات وہ خود ہی اٹھا رہی ہے۔ کوریا میں رہنے والے اس کے گھر والے اسے اخراجات کے نام پر ایک پاکستانی روپیہ بھی نہیں بھیج سکتے۔۔۔ اس نے تن تنہا مانچسٹر میں اپنے پڑھنے کا خواب پورا کیا ہے۔۔۔ شاید یہ باتیں آپ کو معمولی لگیں۔۔۔ آپ جو لاہور

کے تعلیمی اداروں میں پڑھتی ہیں اور جن کی فیس والدین ادا کرتے ہیں۔۔۔ آپ جنہوں نے کبھی کوئی جاب نہیں کی۔۔۔ نہ آپ کو جاب کی ضرورت پیش آئی ہے۔۔۔ آپ کو یہ سب معمولی لگے گا کیونکہ آپ نے کبھی زندگی میں سخت جدوجہد نہیں کی' وہ بھی مسکرا کر حوصلے سے۔۔۔ یہاں بہت سے ایسے اسٹوڈنٹس ہیں جو زیادہ کھانا نہیں کھاتے کیونکہ انہیں زیادہ کتابیں خریدنی ہوتی ہیں۔۔۔ وہ ایک جینز دو ٹی شرٹس میں یہاں سے اپنی ڈگری لے جاتے ہیں۔۔۔ اور مسکراتے ہوئے آتے ہیں مسکراتے ہوئے ہی جاتے ہیں۔۔۔ شرلی جن کے فلیٹ پر آپ رہ رہی ہیں ان کے ساتھ رہنے کے لیے آپ کے پاس زیادہ سے زیادہ آج کی رات ہے۔۔۔ فائنل ڈیڈ لائن ٹھیک ایک مہینے کی ہے۔۔۔ آپ کے ایک مہینے کے کھانے کا سامان وہاں موجود ہے۔۔۔ آپ آج ہی اپنی رہائش اور جاب کا انتظام کرلیں۔" وہ رکا۔

"ویلکم ٹو مانچسٹر مس امرحہ۔۔۔" اس نے سانس بھی نہیں لیا اور پھر سے شروع ہو گیا۔

"یہ تو ہو گئیں آپ کے یہاں رہنے کے بارے میں کچھ تفصیلات۔۔۔ اب آپ کو میں کچھ تجاویز دیتا ہوں۔۔۔ یعنی اچھی باتیں۔" وہ مسکرایا۔

"برا مت مانیے گا لیکن یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان' انڈیا' سری لنکا اور ایسے ہی دوسرے ترقی پذیر ممالک سے آنے والے بہت شکاتی ہوتے ہیں۔۔۔ سست کاہل۔۔۔ بہانے باز۔۔۔ انہیں لگتا ہے بلکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ سب مشکلیں' مصیبتیں' دکھ ان ہی کو مل گئے ہیں۔۔۔ رونے کے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔۔۔ آپ کی شکل بھی کچھ ایسی ہی لگتی ہے۔۔۔ روئیں لیکن بہت بڑے دکھ پر' تکلیف پر۔۔۔ لیکن مشکل پر نہیں۔۔۔ یہاں آپ کو کوئی چپ نہیں کروائے گا۔۔۔ اس لیے نہیں کہ یہاں سب خودغرض ہیں جیسا کہ یہاں کے لوگوں کے بارے میں سوچا اور کہا جاتا ہے۔۔۔ بلکہ اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ رونا بے وقوفی ہے۔۔۔ میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ نوال اور بریرہ بھی یہی سمجھتی ہیں۔۔۔ اگر چھوٹی بڑی مشکلات پر رونے والے کو بار بار چپ کروایا تو وہ بزدل بن جائے گا بہادر نہیں۔

مس امرحہ! اپنی سستی اور کاہلی کو بہانے بازی کو یہاں وہاں کوئی ڈسٹ بن دیکھ کر اس میں ڈال دیں یا آگ لگا دیں۔۔۔ اصل جل مرنا تو انہیں چاہیے۔۔۔ آپ لڑکی ہیں لیکن کمزور نہیں ہیں۔۔۔ ہمارے مذہب نے کہاں لڑکی کو کمزور کہا ہے۔۔۔ کہتے ہیں' مرد رویا نہیں کرتے۔۔۔ لیکن یہ کہنا مرد کے لیے ہی کیوں ہے؟ عورت کے لیے کیوں نہیں یا مرد کے ہاتھوں بنا معاشرہ یہ مقولہ کہلواتا ہے تاکہ عورت کو ہر سطح پر کمزور ثابت کیا جا سکے۔

مس امرحہ! آپ مانچسٹر یونیورسٹی آچکی ہیں۔۔۔ آپ دوڑ میں شامل ہو چکی ہیں۔۔۔ یا تو گولڈ میڈل لیں۔۔۔ ورنہ دوڑ سے الگ ہو جائیں اور جا کر تماشائیوں میں بیٹھ جائیں اور یاد رکھیں! تماشائیوں کی بھیڑ میں آپ کو فوراً" جگہ مل جائے گی۔۔۔ دوڑ میں آپ اگر صرف انجوائے منٹ کے لیے آئی ہیں تو آخری نمبروں میں آنے سے بہتر ہے کہ آپ دوڑ سے نکل کر کسی اور کو آگے آنے دیں۔۔۔ میرا یقین کریں' دنیا میں جوہریوں کی کمی تو یقیناً" ہوگی لیکن ہیروں کی کسی صورت نہیں۔۔۔"

اس بار وہ رکا اور کافی دیر تک رکا ہی رہا۔

"یونیورسٹی میں ویلکم ویک چل رہا ہے۔۔۔ پھر اس کی کلاسز شروع ہو جائیں گی۔۔۔ اس ایک ہفتے کے درمیان آپ گول گول گھومیں یا زمین کھودیں' آپ کی رہائش کا بندوبست ہو جانا چاہیے۔۔۔ آپ کی جاب کا۔۔۔ آپ کے فوڈ کا۔۔۔ اگر آپ بھوکی نہیں رہ سکتیں تو۔۔۔ یہ سب آپ کے مسئلے ہیں اور یہ سب آپ حل بھی کر سکتی ہیں۔ کیا نہیں کر سکتیں؟"

اس کی گردن فوراً" نفی میں پھر ہاں میں ہلی۔

"آپ سب سمجھ گئیں نا؟"

"جی۔" اس نے اوپر سے سر ہلایا۔۔۔ اندر آنسوؤں کا ریلا دبایا۔

"گڈ۔۔۔ اب آپ جائیں اور زمین کھودیں۔۔۔ اوہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرا مطلب جاب ڈھونڈیں۔۔۔ اپنی ڈگری کے دوران آپ کو ہر صورت تھرڈی پرسنٹ واپس کرنا ہو گا۔۔۔ اپنے اخراجات کو آپ کو ایسے سنبھالنا ہو گا کہ آپ یہ تھرڈی پرسنٹ جلد سے جلد واپس کر سکیں۔۔۔ سمجھ گئیں آپ۔"

"جی۔" اس نے سر ہلا کر بمشکل کہا۔

"نوال اور بریرہ اردو سمجھ لیتی ہیں تھوڑی بہت لیکن بول نہیں سکتیں۔۔۔ آپ کو زیادہ اچھی طرح سے سمجھ میں آجائے اس لیے میں نے آپ سے خطاب کیا۔۔۔ آپ کو برا نہیں لگنا چاہیے۔۔۔"

"مجھے برا نہیں لگا۔۔۔"

"ویل۔۔۔ آپ کی شکل تو کچھ اور ہی کہہ رہی ہے۔"

"میری شکل ایسی ہی ہے۔"

"ایسی کیسی۔۔۔؟"

"جھوٹ بولنے والی۔۔۔"

"اچھا۔۔۔ اب آپ کیا کریں گی۔"

"مجھے جاب ڈھونڈنی ہے۔۔۔ جلد سے جلد۔" اس کی آواز رندھ گئی۔

"بالکل ٹھیک کہا۔۔۔ ویسے آپ کی شکل بہت تیزی سے اور بہت سخت قسم کا جھوٹ بول رہی ہے مس امرحہ۔۔۔ اگر آپ کو رونا آئے تو کسی ایسی جگہ چلی جائیے جہاں آپ کو کوئی دیکھے نہ۔۔۔ ٹھیک ہے۔"

"جی ٹھیک ہے۔۔۔"

"پہلے جا کر اپنا اسٹوڈنٹ کارڈ بنوائیں۔۔۔ اپنی کلاسز کا معلوم کریں۔" وہ سہم سی گئی کہ ابھی یہ سب بھی کرنا ہے۔

"کارڈ۔۔۔ یہ کہاں سے بنے گا۔۔۔"

"آپ یونیورسٹی میں کھڑی ہیں اور سب اسی یونیورسٹی میں ہوتا ہے۔ یہ جو آپ اتنے سارے اسٹوڈنٹس دیکھ رہی ہیں۔ یہ سب بنا ڈرے اپنے سب ہی کام کر رہے ہیں۔۔۔ آپ بھی یونیورسٹی میں گھومیں پھریں کہ آپ کے کام کیسے ہو سکتے ہیں۔۔۔ یا آپ کو کیسے کرنے ہیں۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پلیز دل ہی دل میں مجھے برا بھلا مت کہیے۔" امرحہ کا رنگ فق ہو گیا وہ یہی کر رہی تھی۔

"اور پلیز، جب آپ کی جاب کا انتظام ہو جائے تو پہلا کے ٹو ڈالرز واپس کر دیجیے گا۔۔۔"

"کر دوں گی۔۔۔"

"اور۔۔۔ ایک اور بات۔۔۔ دوبارہ کبھی اپنی ڈگری سے چھیڑ چھاڑ مت کیجیے گا۔۔۔ خاص کر پلس کو ایڈ کرنے کی غلطی۔۔۔"

یہ آخری لیکن سب سے خطرناک بم تھا جو کینٹین کے شور و غل میں بہت اہتمام سے پھٹا۔۔۔ وہ ان کی طرف ایسے دیکھنے لگی جیسے ابھی ابھی افریقہ کے کسی قدیم قبیلے سے اسے یہی لوگ اٹھا کر لائے ہیں اور اسے بتا رہے ہیں کہ دیکھو ڈرو نہیں۔ وہ کوئی جنگلی درندہ نہیں، پیٹرول سے چلنے والی بڑی سی بس ہے۔ جس پر سفر کیا جاتا ہے اور جسے ایک ڈرائیور چلاتا ہے۔۔۔ وہ قطعاً "کوئی بڑا درندہ نہیں۔

ان تینوں کی شکلیں۔۔۔ جیسے قہقہوں کے دھماکوں کو وہ اندر ہی اندر دبا رہے ہوں۔۔۔ وہ اس آخری بات پر ہنسی کو دبانے کی کوشش کر رہے تھے اور اس میں کامیاب بھی تھے اور وہ دھاڑیں مار کر نہ رونے کی کوشش کر رہی تھی اور ناکام ہوئی جا رہی تھی۔۔۔ اس کی شکل سب بتا رہی تھی۔۔۔ اسے خیال سا آیا کہ اس کی نحوست کو لے کر اس پر جو حملے کیے جاتے رہے تھے۔ وہ کتنے معمولی سے تھے ان حملوں کے مقابلے میں جو مانچسٹر میں مانچسٹر والوں نے اس پر کیے۔

وہ تو ننھی سی چھوٹی سی بچی تھی۔ اسے خوش بھی نہ ہونے دیا گیا اور رلا دیا۔۔۔ رلا دیا۔

آنسوؤں کا سمندر اس کی آنکھوں میں تیرتا نظر آنے لگا۔ ان تینوں نے اس کی شکل کی طرف دیکھا اور بالکل خاموش ہو گئے پھر بائے کہہ کر اٹھ گئے۔۔۔ اگر وہ اس کے اولین استاد تھے تو کمال کے استاد تھے۔ انہوں نے اسے سمندر میں دھکا دے دیا تھا یا ڈوب کر مر جاؤ یا تیر کر ابھر آؤ۔۔۔ مانچسٹر میں ملنے والا پہلا سبق۔۔۔ مانچسٹر میں سنا جانے والا پہلا لیکچر اور مانچسٹر میں گرائے جانے والے اولین آنسو۔۔۔

"ویلکم ٹو مانچسٹر۔" (مانچسٹر میں خوش آمدید)

☼ ☼ ☼

وہ کینٹین سے نکلی اور ایک ایسا گوشہ ڈھونڈنے لگی جہاں کوئی نہ ہو لیکن ویلکم ویک تھا۔ یونیورسٹی میں ایسا رش تھا جیسے چودہ اگست کو مال پر ہوتا ہے۔۔۔ خاص کر چمن اور ریگل چوک کے پاس۔۔۔ خیر وہ سبزے پر بیٹھ گئی۔۔۔ اور منہ نیچے کر کے رونے لگی۔۔۔ آج اس کا پہلا دن تھا تو وہ بہت اہتمام سے تیار ہو کر آئی تھی۔۔۔ اس نے مسکارا بھی لگایا تھا اور آئی لائنر بھی۔۔۔ میک اپ کے نام پر وہ یہ دو چیزیں زیادہ استعمال کرتی تھی۔۔۔ کافی دیر تک وہ سوں سوں کرتی رہی۔۔۔ اس کا مسکارا پھیل گیا اور آنکھیں رگڑنے سے آنکھوں کے آس پاس اوپر نیچے سیاہی پھیل گئی۔۔۔ اس کے پاس ٹشو نہیں تھا۔ اپنے سفید دوپٹے سے وہ صاف کرنا نہیں چاہتی تھی۔ انگلیوں سے جتنی آنکھیں صاف کر سکتی تھی اس نے کر لیں لیکن چہرے پر کافی سیاہی پھیل چکی تھی اور وہ عجیب مضحکہ خیز سی لگ رہی تھی پر اب اسے پروا بھی نہیں تھی کہ وہ اچھی لگ بھی رہی ہے یا نہیں۔۔۔ جی بھر کر رونے کے بعد وہ اٹھی۔ ایک اسٹوڈنٹ اس کے پاس سے گزرا۔

"مجھے جاب چاہیے۔" آنکھوں کو رگڑتے اس نے کہا۔

"جاب۔۔۔؟ میرے پاس جاب نہیں ہے۔"

"پاگل! مجھے جاب چاہیے۔ کیسے ملے گی۔۔۔؟" اس نے اپنا غصہ اس پر اتارنا چاہا۔۔۔

"اوہ۔۔۔ مجھے تو ابھی خود ڈھونڈنی ہے۔" وہ کہہ کر چلا گیا۔

تین چار اور ایسے ہی نمونوں سے ملتی وہ ایک جگہ جا کر کھڑی ہو گئی اور آس پاس موجود دوسرے اسٹوڈنٹس کو دیکھنے لگی۔۔۔ وہ بہت تیزی سے آ رہے تھے جا رہے تھے۔۔۔ ہنس رہے تھے، باتیں کر رہے تھے قہقہے لگا رہے تھے۔۔۔ وہ سب بہت خوش اور پُرجوش تھے۔۔۔ ان سب کے چہرے دمک رہے تھے۔ وہ چالیس ہزار اسٹوڈنٹس میں بلکہ یونیورسٹی کی تاریخ میں پہلی لڑکی ہو گی جو ایسے ایک طرف کھڑی مزید رونے کی تیاری کر رہی تھی۔۔۔ وہ اپنے سنہری وقت کو برباد کر رہی تھی۔۔۔ وہ چپ کھڑی سب کو دیکھتی رہی۔۔۔ پھر اسے خیال آیا کہ اسے بھی چلنا پھرنا چاہیے۔۔۔ اور ایک دم اسے یاد آیا کہ اسے اپنا اسٹوڈنٹ کارڈ بنوانا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ کارڈ صرف آج کے دن ہی بنے اور آج ہی نہ بنوانے پر اسے یونیورسٹی سے نکال دیا جائے۔

وہ پرجوش اسٹوڈنٹس کے ریلے میں شامل ہو گئی اور اونگوں بونگوں کی طرح منہ اٹھا کر چلتی رہی۔۔۔ گھومتی رہی۔۔۔ ایک سے دوسرے کیمپس جیسے وہ کسی تاریخی عمارت کا جائزہ لینے آئی ہو پڑھنے نہیں۔۔۔

"آپ کچھ ڈھونڈ رہی ہیں یقیناً"۔ بھورے جامنی یونیورسٹی کلر کی شرٹ پہنے اور Ask me (مجھ سے پوچھیں) کا بورڈ ہاتھ میں لیے وہ خود ہی اس کے قریب آیا تھا۔۔۔ وہ دو تین بار اس کے پاس سے گزری تھی بلکہ وہ کئی بار Ask me کے پاس سے گزری تھی۔

"مجھ سے پوچھیے میں آپ کی مدد کروں گا۔"

اوہ اچھا۔۔۔ Ask me کا بورڈ وہ اس لیے لیے گھوم رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کسی ویب سائٹ کی پروموشن کر رہا ہے۔

"مجھے اسٹوڈنٹ کارڈ بنوانا ہے۔۔۔" یہ کہتے وہ اس کی بے جا لمبی ناک کو دیکھنے لگی۔

"ویل یہ تو بہت ہی آسان ہے۔۔۔ یہاں چلی جائیں۔" اس نے اس کے ہاتھ ایک نقشہ دیا۔ اس پر ایک جگہ سرخ دائرہ لگایا۔

"آپ کا دن اچھا رہے۔۔۔" وہ مسکرانے لگا۔۔۔ اس کی لمبی ناک پھیل سی گئی۔۔۔ وہ پھر سے اس کی ناک کو دیکھنے لگی۔

"کچھ اور پوچھنا ہے۔" وہ جز بز ہوا۔ "یقیناً" وہ جان گیا تھا کہ وہ مضحکہ خیز انداز سے اس کی ناک کو گھور رہی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

اب وہ ہاتھ میں پکڑے نقشے کو دیکھنے لگی اسکول کے کورس کی کتاب کے نقشے کے علاوہ یہ اس کے ہاتھ میں آنے والا پہلا نقشہ تھا جو کسی عمارت کا تھا۔۔۔ اور وہ دعوے سے کہہ سکتی تھی۔ وہ اس نقشے کو استعمال کر کے بھٹک تو کئی بار سکتی تھی لیکن اصل مقام پر پچاسویں کوشش پر بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔۔۔ مزید کسی سے کوئی لیکچر نہ سننا پڑے۔ وہ آرام سے نقشہ لے کر بھٹکتی رہی۔۔۔ بھٹکتی رہی۔۔۔ اسے ایک ڈر اور بھی تھا کہ کہیں دائم، نوال وغیرہ اس کے پیچھے نہ ہوں کہ دیکھیں یہ اپنے کام کر بھی پاتی ہے کہ نہیں۔۔۔

ادھر ادھر گھومتے تین چار بار آسک می نے اسے نوٹ کیا۔

"آپ جا کیوں نہیں رہیں۔۔۔؟" نقشہ دینے والا اس کے پاس آیا۔

"مجھے راستہ ہی نہیں مل رہا۔"

میں نے نشان لگایا تو ہے۔۔۔ بورڈز پڑھتی جائیں اور چلتی جائیں۔"

"آپ مجھے چھوڑ آئیں۔"

"ہائیں۔۔۔" اس کی دونوں آنکھیں کچھ زیادہ ہی پھیل گئیں۔ امرحہ کا انداز ہی ایسا تھا کہ بھائی ذرا مجھے میری دوست کے گھر تک تو چھوڑ آؤ۔

اس بار اس نے باقاعدہ ہاتھ سے اشارے کر کے اسے سمجھایا۔۔۔ یہاں سے دائیں پھر سیدھا۔۔۔ پھر تھوڑا سا بائیں طرف۔۔۔

"میری نہیں سمجھ میں آرہا۔۔۔ آپ مجھے چھوڑ آئیں۔۔۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"ڈر۔۔۔!" اس بار وہ بے چارہ ایسے حیران ہوا جیسے اس کا کوئی مردہ رشتے دار اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا ہو۔

"کیسا ڈر۔۔۔؟ آج ہالوین نہیں ہے۔"

"مجھے ان سب سے ڈر لگ رہا ہے۔" اس نے آس پاس چلتے پھرتے ہر قوم و نسل کے لڑکا لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

امرحہ کی طرف اچنبھے سے دیکھتے رہنے کے بعد اس نے ایک قہقہہ لگانا ضروری سمجھا، پھر واکی ٹاکی نکال کر بولنے لگا۔

"جارج۔۔۔ سنو ایک ہندوستانی لڑکی۔"

"پاکستانی۔۔۔" اس کی بھنویں تن گئیں۔

"جارج! ایک پاکستانی۔۔۔ بلیو اینڈ وائٹ۔"

"ڈارک بلیو شرٹ اور وائٹ دوپٹا۔۔۔"

"ڈارک بلیو شرٹ اینڈ وائٹ دوپٹا۔۔۔"

"دو۔۔۔ پٹا۔"

"ڈوپاٹا۔۔۔ میں آئے گی۔ اسے پلیز آگے سے آگے ریفر کرتے جانا اور اسے اسٹوڈنٹ کارڈ کاؤنٹر تک پہنچا دینا۔"

"ریفر کیوں کرنا ہے۔۔۔ اتنا وقت کس کے پاس ہے۔" جارج کی آواز اس نے بھی سنی۔

"اسے ڈر لگ رہا ہے۔" لمبی ناک والے نے سنجیدگی سے کہا۔

"ڈر۔۔۔ کیا مذاق ہے یہ۔۔۔"

"وہ سنجیدہ ہے۔۔۔ مکمل سنجیدہ۔۔۔ یا یونیورسٹی میں اعلان کروا دو کہ سب تھوڑی دیر کے لیے یونیورسٹی کو خالی کر دیں تاکہ وہ اسٹوڈنٹ کارڈ بنوا سکے۔۔۔ تم سن رہے ہو جارج۔۔۔"

جارج یقیناً "سن رہا تھا۔۔۔ کیونکہ اس کا بلند بانگ قہقہہ امرحہ نے سنا تھا۔۔۔ حد ہے کوئی اسے سمجھ کیوں نہیں رہا آخر۔۔۔

"اس طرف چلتی جائیں۔۔۔ اگلے آسک می کو اپروچ کریں۔"

اس نے دائیں طرف اشارہ کیا۔۔۔ وہ دائیں طرف چلی گئی اور ایک آسک می کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ وہ اس کی طرف دیکھنے لگا کہ جو پوچھنا ہے وہ پوچھو۔۔۔

"میں مزید آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔" اس نے خود ہی پوچھ لیا۔ یعنی یہ وہ جارج نہیں تھا، جسے اسے اپروچ کرنا تھا۔

"مجھے اسٹوڈنٹ کارڈ بنوانا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ یہ لیں یہاں چلی جائیں۔" اس نے بھی نقشے پر سرخ دائرہ لگا کر اسے دیا۔

"مجھے میپ نہیں چاہیے۔"

"تو۔۔۔ انتظامیہ نے ابھی تک ایر بس کا انتظام نہیں کیا یہاں۔"

اف کتنی تیز زبانیں تھیں ان سب کی۔۔۔

"مجھے وہاں تک چھوڑ آئیں۔"

"میں کیوں۔۔۔؟ آپ کو آسانی سے راستہ مل جائے گا۔۔۔ ویسے میں آپ کو بتا دوں۔ میں آسک می ہوں "ڈراپ یو" نہیں۔"

"نہیں مل رہا نا راستہ۔۔۔"

"سب اپنے اپنے راستے ڈھونڈ رہے ہیں۔ آپ کو بھی مل جائے گا۔"

"سب تیز ہیں۔۔۔ چالاک ہیں۔۔۔ مکار ہیں۔۔۔ میں نہیں ہوں۔۔۔ میں ڈرپوک ہوں۔" اس نے روانی سے اردو میں کہا اور خاموش ہو گئی اور صرف کندھے اچکائے کہ بس نہیں مل رہا۔

"سب ذہین ہیں۔۔۔ ذمہ دار ہیں۔۔۔ پڑھے لکھے ہیں اور خاص طور پر اپنی مدد آپ کے قائل ہیں۔" جواب اردو میں آیا۔ اس نے جھٹکے سے سر کو اٹھا کر اس انگریز کو دیکھا جس کی گہری بھوری آنکھیں تھیں اور سفید سرخی مائل رنگت تھی۔۔۔ اور بڑے بڑے کان تھے۔۔۔ کچھ زیادہ ہی بڑے کان تھے۔

اس کا واکی ٹاکی بولا۔

"بلو شرٹ وائٹ ڈوپاٹا۔۔۔ پاکستانی۔۔۔ نظر آئے تو پلیز آگے ریفر کریں۔"

"میں تھک گئی ہوں چلتے چلتے۔۔۔ مجھے بھوک بھی لگی ہے۔۔۔ مجھے کتنا اور آگے ریفر کریں گے۔"

"یہ آپ کا پہلا دن ہے؟"

"جی۔۔۔"

"آپ پہلے ہی دن تھک چکی ہیں۔۔۔ آسک می کا بورڈ پکڑے یہاں کھڑے یہ میرا تیسرا دن ہے۔۔۔ میں ابھی تک نہیں تھکا۔"

"آپ لڑکے ہیں۔۔۔"

"آپ جیسی لڑکیاں بھی نہیں تھکیں۔" اس نے دور کھڑی ایک لڑکی کی طرف اشارہ کیا جو بورڈ لیے کھڑی تھی اور تیزی سے اسٹوڈنٹس کی رہنمائی کر رہی تھی۔

"آپ ہم سے کچھ بھی پوچھ کر ہم پر احسان نہیں کر رہیں بلکہ ہم کر رہے ہیں۔ آپ نہیں ہم تھکے ہیں۔۔۔ ہمیں اس کام کے پیسے نہیں مل رہے۔ ہم یہ بورڈ لے کر رضا کارانہ خدمات پیش کر رہے ہیں۔۔۔ آپ ایک باس کی طرح ہم پر حکم نہیں چلا سکتیں۔۔۔ تھک گئی ہیں تو سینما جا کر بیٹھ کر ٹام اینڈ جیری دیکھیں۔ آپ کی تھکن اتر جائے گی۔"

"آپ کو بات کرنے کی تمیز سیکھنی چاہیے۔"

"آپ کو تھکن اتارنے کی مشق کرنی چاہیے۔"

"میں بہت باہمت ہوں۔" اس نے جتا کر کہا۔

"بیسٹ آف لک۔" اس نے کہہ کر منہ دوسری طرف کر لیا کہ اب جاؤ۔

وہ دوسری طرف جا کر ایک لڑکی سے پوچھنے لگی اور آخر کار پوچھتے پاچھتے اسٹوڈنٹ کاؤنٹر تک آ گئی۔۔۔ اور اپنے کاغذات دینے کے بعد تصویر کے لیے ڈیجیٹل کیمرے کے سامنے آکر بیٹھ گئی۔

"تمہارا کچھ گم ہو گیا ہے؟" کاؤنٹر سر نے کاؤنٹر سے اپنا آدھا گنجا سر آگے کر کے مسکرا کر اس سے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔"

"تو مسکراؤ بھئی۔۔۔ تم مانچسٹر میں ہو۔"

"مانچسٹر میں مسکرانا پڑتا ہے۔۔۔؟"

"بالکل۔۔۔ کیونکہ مانچسٹر مسکرانے پر مجبور کر دیتا ہے۔۔۔ یہاں اداسی کا کیا کام۔۔۔ یہ تو دنیا بھر کے Swans (راج ہنس) کی جگہ ہے۔" وہ مسکرا دی۔

"بلیک سوان۔" اسے بڑبڑاہٹ سنائی دی اور اس کی تصویر کھینچ دی گئی۔

"یہ نہیں۔۔۔ ایک اور پلیز۔" اس نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔"

اس بار وہ مسکرائی اور وائٹ سوان بن گئی۔۔۔ کیونکہ وہ دل سے مسکرائی وہ مسکراہٹ جو اس نے یہاں آکر سیکھی تھی۔

کیونکہ اسے رونے کی عادت تھی۔۔۔ اسے یہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

عادت ڈالی گئی تھی۔ بات بات پر رونے کی۔۔۔ اسے بات بات پر رلانا سب کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔۔۔ اور وہ دل چھوٹا کر بیٹھتی تھی کیونکہ اسے دل بڑا کرنا سکھایا ہی نہیں گیا تھا یہی اس کا ماحول تھا جو اسے ملا تھا۔۔۔ اسی ماحول کی وہ عادی تھی اسے نہیں جتایا گیا تھا کہ جس زمین پر رینگا جاتا ہے اس پر شان سے چلا بھی جا سکتا ہے اور دوڑا بھی۔۔۔ وہ ایسی ہی رینگتی، روتی دھوتی زندگی گزارتی رہتی اگر وہ یہاں نہ آتی۔۔۔ کیونکہ اسے کبھی نہیں کہا گیا تھا "یو آر اے برڈ مائی ڈیر۔۔۔ فلائی جسٹ فلائی۔" (میری پیاری تم ایک پرندہ ہو۔۔۔ تو تم اڑو۔۔۔ بس اڑو)

اسے تو کہا گیا تھا کہ تو منحوس ہے۔۔۔ بدبخت ہے۔۔۔ کالی نظر اور کالی زبان والی ہے۔۔۔ مانچسٹر یونیورسٹی کے پھاٹک سے اندر آتے ہی کچھ اور سکھایا جا رہا تھا۔

"مسکراؤ کہ رونے کے لیے زندگی میں کوئی دن نہیں بنا۔۔۔"

"اڑو کہ اڑنے کا حق صرف پروالوں کے پاس ہی نہیں۔"

"اور ایسے کھل کر مہکو تم سے بہتر گلستان میں کوئی گل نہیں۔"

"تم سب کر سکتی ہو۔۔۔ تمہارے پاس سب ہے۔ تمہارے ہاتھ میں سب ہے۔۔۔ ناکامی اور مایوسی کی فضا میں ہمیشہ سانس بھرنا تم پر فرض نہیں۔"

کارڈ لے کر وہ بہت خوش ہوئی۔ اس نے کاؤنٹر سر کا شکریہ ادا کیا بس اتنی ہی سی تو بات تھی۔۔۔

اس کی سمجھ میں آگیا کہ اس درس گاہ کو دنیا کی بڑی درس گاہوں میں کیوں شمار کیا جاتا ہے۔ اس درس گاہ نے اسے پہلے دن ہی رینگنے سے چلنا سکھا دیا تھا۔۔۔ ذمہ داری۔۔۔ خود اعتمادی۔۔۔ آگے بڑھ کر کر لینے کی صلاحیت عطا کر دی تھی۔

ہاتھ میں کارڈ لے کر وہ اپنی مسکار اپھیلی سیاہی سے اٹی آنکھوں کو دیکھنے لگی اور ہنس پڑی۔۔۔ وہ پرجوش تھی۔۔۔ کچھ بھی نہیں ہوا تھا اگر وہ بدصورت بھی لگ رہی تھی تو۔۔۔ یہاں دماغ والوں کو سیلوٹ کیا جاتا تھا۔

خوب صورت چہروں کو نہیں۔۔۔ اور دماغ کو کام پر لگانا کچھ ایسا مشکل بھی نہیں تھا۔۔۔ سب آسان تھا۔۔۔ سب۔۔۔ کچھ بھی دور نہیں تھا۔ سب پاس تھا دونوں ہاتھوں کی دونوں مٹھیوں میں تھا۔۔۔ ڈیپارٹمنٹ سے نکل کر وہ باہر آگئی۔۔۔ دن روشن تھا اور ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ اس کے بال نرمی سے لہرانے لگے۔ اس نے اپنے بیگ کا اسٹرپ لمبا کیا اور اسے دوسرے اسٹوڈنٹس کی طرح کراس کر کے پہن لیا (دائیں سے بائیں طرف) اور اعتماد کے ساتھ چلنے لگی۔

"امرحہ واجد" گولڈ میڈل لینے کے لیے دوڑ میں پوری جان سے شامل ہو چکی تھی۔۔۔ تماشائیوں کی خالی نشستوں پر اسے کسی صورت نہیں بیٹھنا تھا۔۔۔ اس کے نام کی نشست اب وہاں کبھی نہیں ہوگی۔

☼ ☼ ☼

آکسفورڈ روڈ پر وہ سیدھی چلتی جا رہی تھی۔ صبح اس نے وہ منا سا ناشتا کیا تھا اور اب اسے بھوک لگی تھی لیکن وہ کھانا کھانے نہیں جا رہی تھی نوکری کی تلاش کے لیے جا رہی تھی۔ یونیورسٹی کے اندر کی طرح باہر بھی اسٹوڈنٹس کی بہت رونق لگی تھی۔ کچھ دور ذرا آگے سڑک کے اس پار اسے چرچ نظر آیا۔ اس کا دل چاہا کہ اندر جا کر دیکھے چرچ کو پھر وہ اپنی ہی سائیڈ پر چلتی رہی اب دو سال یہیں رہنا تھا تو وہ سب دیکھ لے گی۔۔۔ اگر نوکری کا انتظام نہ ہوا تو ایک ماہ بعد ہی واپس جانا پڑے گا۔۔۔ سڑک ختم ہو گئی لیکن اسے کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی جہاں وہ نوکری کی بات کر سکتی۔۔۔ سڑک کے سامنے دوسری طرف اسے عبدالہادی حلال فوڈ کی دوکان نظر آئی۔۔۔ سڑک پار کر کے وہ اس دوکان میں آئی۔ بلاشبہ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ بھلے سے کانپتی رہتیں اس نے اندر جا کر کاؤنٹر بوائے سے بات کی۔ اس نے سلیقے سے اسے جتایا کہ فی الحال وہاں اسے نوکری نہیں دی جا سکتی۔

"کیا کچھ دن بعد دی جا سکتی ہے۔۔۔ دو ہفتوں بعد۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ شاید ایک سال بعد جب میں یہاں سے چھوڑ دوں گا۔"

وہ اگلے اسٹور "پک اینڈ کلک" میں گئی۔ وہ کمپیوٹر اسٹور تھا اور وہ کمپیوٹر ریپئرنگ کے بارے میں یقیناً "نہیں جانتی تھی اور ظاہر ہے اسے نوکری نہیں دی گئی، جبکہ اسی اسٹور پر دوسری لڑکیاں کمپیوٹر ریپئرنگ کا کام کر رہی تھیں۔

ان ہی اسٹورز اور دکانوں کے عین سامنے سڑک پار کر کے مشہور برگر اور۔۔۔ پزا کے چھوٹے چھوٹے ریسٹورنٹ کھلے تھے وہ وہاں بھی گئی اور زیادہ خود اعتمادی سے گئی۔۔۔ اب اس کے صرف دل کی دھڑکن تیز تھی لیکن شام تک نہ اس کے دل کی دھڑکن تیز رہی نا ٹانگوں میں کپکپاہٹ، صرف زبان میں تیزی رہی جو ہر ریسٹورنٹ، دکان، اسٹور میں جاتے ہی تیزی سے چلنے لگتی۔۔۔ وہ تھک گئی تھی لیکن رکی نہیں۔۔۔ اسے بھوک لگی تھی لیکن پیسے بچانے کے لیے اس نے باہر سے کچھ بھی لے کر نہیں کھایا۔۔۔ اور اس سے بھی بڑھ کر اس نے یہ کام کیا کہ اس نے سائیکل چلانے والی ایک لڑکی سے لفٹ مانگی اس نے کاغذ پر لکھے ہوئے پتے کو لڑکی کے آگے کیا۔

"میں تمہیں مین روڈ تک لے جا سکتی ہوں۔۔۔ آگے تم پیدل چلی جانا۔" اس نے کہا۔

اب سائیکل پر بیٹھتے اسے قطعاً "ہنسی نہیں آ رہی تھی۔۔۔ اس کے پیٹ میں بھوک کی وجہ سے بل پڑ رہے تھے لیکن اسے رونا نہیں آ رہا تھا وہ اداس یا غم زدہ بھی نہیں تھی۔ وہ خود کو بے چاری بھی محسوس نہیں کر رہی تھی۔

صبح ان ہی کھلی روشن، قدیم عمارات سے گھری سڑکوں سے آتے ہوئے بھی وہ امرحہ واجد ہی تھی اور ان ہی سڑکوں سے پھر سے گزرتے ہوئے بھی وہ امرحہ واجد ہی رہی۔۔۔

تبدیلی ظاہر میں نہیں باطن میں آئی تھی۔۔۔ اور کافی سے زیادہ آ چکی تھی۔۔۔ کافی سے زیادہ آنے والی تھی۔

گھر آئی تو اس کا لنچ کاؤنٹر پر رکھا تھا اور گھر میں کوئی بھی نہیں تھا۔ سب اپنے اپنے کام پر جا چکی تھیں۔ اس نے لنچ کو رات کے کھانے کے طور پر کھا لیا اور منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہو کر سو گئی۔ دو گھنٹے بعد وہ اٹھی تو کتابیں پڑھنے لگی۔ رات کو وہ ایک ایک کر کے آتی گئیں اور سوتی گئیں لیکن وہ جاگ کر پڑھتی رہی۔

☼ ☼ ☼

اگلے دن صبح شرلی کے ساتھ اس نے جاب کی بات کی کہ اسے کہاں جانا چاہیے اور کہاں نہیں۔ شرلی نے اسے دو تین جگہوں کے نام بتائے اور پتے بھی سمجھا دیے۔

پہلے وہ یونیورسٹی آئی تاکہ اپنی کلاسز کا معلوم کر سکے۔۔۔ اس کے لیے یونیورسٹی ایریا میں الگ سے بہت وسیع کیمپ لگایا گیا تھا جہاں ہر ڈیپارٹمنٹ کا کاؤنٹر لگا تھا اور سینئر اسٹوڈنٹس ان کاؤنٹرز پر اپنی خدمات رضاکارانہ طور پر انجام دے رہے تھے سب کے سب پرپل یونیفارم میں ملبوس تھے تاکہ انہیں دور سے ہی پہچان لیا جائے۔۔۔ اس ایریا میں بھی ایسے ہی رش تھا جیسے وہاں ایک مہذب اتوار بازار سجا ہو۔۔۔ آہستگی سے لیکن جلدی جلدی بولنے کی آوازیں تھیں اور ایک ساتھ ایک جگہ جمع ہو کر شور بن گئی تھیں۔ وہ ڈھونڈ ڈھانڈ کر اپنے مطلوبہ کاؤنٹر تک آئی اور بنیادی معلومات لینے لگی۔ لیکن ایک مسئلہ تھا جو لڑکی اسے سب سمجھا رہی تھی وہ فرنچ تھی اور اس کی انگلش اچھی ہو کر بھی امرحہ کے سر کے اوپر سے گزر رہی تھی۔۔۔ اس نے لڑکی سے ایک دوبار کہا کہ۔

"برائے مہربانی پھر سے بتائیں اور آہستہ بتائیں۔ میں سمجھ نہیں پا رہی۔" اور لڑکی نے ایسا کیا بھی لیکن امرحہ پھر بھی کچھ خاص سمجھ نہ سکی۔

"ڈیرک! سنو تم ان کی مدد کرو۔" لڑکی نے خوش اخلاقی سے اپنے ساتھی سے کہا جو ان دونوں کی طرف سے رخ موڑے کسی دوسرے کا مسئلہ حل کر رہا تھا۔

"جی۔۔۔" ڈیرک نے اس کی طرف دیکھا اور اس

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

یہ وہی Ask me کا بورڈ پکڑے لمبی ناک والا تھا۔ اس سے پہلے کہ امرحہ کچھ بولتی۔ اس نے اپنی ناک کو ایک ہاتھ سے چھپالیا۔۔۔

امرحہ کا دل چاہا واقعی اس کی ناک پر اپنے ہاتھ میں پکڑی موٹی فائل دے مارے۔۔۔ یہ انسان یقیناً" اس کا کوئی مشہور زمانہ مذاق بنادے گا جو ساری یونیورسٹی میں مشہور ہوجائے گا۔۔۔

"فرمائیے۔ میں آپ کو کیسے ڈرا سکتا۔۔۔ آئی ایم سوری آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

ناک بدستور اس نے بائیں ہاتھ سے چھپا رکھی تھی۔ امرحہ نے کاغذ اس کی طرف بڑھایا جس پر اس کے مضمون لکھے تھے اور اس نے پڑھ کر دوسرے کاغذ پر کم سے کم پندرہ منٹ لگا کر اچھی خاصی تفصیل کے ساتھ سب کچھ لکھ دیا۔۔۔ کلاس کے اوقات کار۔ ٹیچرز کے نام۔۔۔ مزید مدد کے لیے اسی کی جماعت کے دو تین ہم جماعتوں کے نام۔۔۔ ان کی رہائش کے پتے۔ پھر اس نے نقشہ نکالا اور اس پر سرخ دائرہ لگایا۔ "یہ آپ کا ڈیپارٹمنٹ ہے۔"

"اسے اس کا ڈیپارٹمنٹ دکھالاؤ۔" اس نے فرنچ لڑکی سے کہا۔

لڑکی نے اچنبھے سے اسے پھر ڈیرک کو دیکھا اور امرحہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی پوچھ لیا۔

"کیوں۔۔۔ یہ خود چلی جائے گی نا۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ یہ خود نہیں جاتی۔۔۔ اسے ڈر لگتا ہے۔"

امرحہ نے ڈیرک کے ہاتھ سے کاغذ جھپٹ لیا۔۔۔ ڈیرک کے قہقہے نے دور تک اس کا پیچھا کیا۔۔۔ وہ دعا کر رہی تھی کہ پہلے دن جو جو لوگ اسے ملے ہیں ان سے دوبارہ اس کی ملاقات نہ ہو۔۔۔ ایک لڑکی اس کے پاس سے گزری اور ایک دم سے رک گئی۔

"کوئی مدد چاہیے؟" ساتھ ہی اس نے امرحہ کے ہاتھ میں پکڑا کاغذ لے لیا۔

"یہاں جانا ہے نا۔۔۔ میں ابھی یہیں سے آرہی ہوں۔۔۔ بلکہ پھر سے وہیں جا رہی ہوں۔۔۔ آجاؤ میرے ساتھ۔" وہ خواری سے بچ گئی اور اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ وہ اسے ڈیپارٹمنٹ تک چھوڑ گئی۔۔۔ اس نے اپنی کلاسز دیکھ لیں اور اوقات کار بھی۔۔۔ اپنی کلاسز دیکھ کر اسے خاص خوشی ہوئی۔ وہ اس کی سوچ سے زیادہ خوب صورت تھیں۔

یونیورسٹی سے نکل کر وہ پیدل ہی پھر سے نوکری کی تلاش میں لگ گئی۔۔۔ لیکن یہ کام تو مشکل ہی بنتا جارہا تھا۔ یونیورسٹی سے بہت زیادہ دور وہ نوکری کر نہیں سکتی تھی۔ اس طرح اس کا بس کا کرایہ لگتا اور اس کی بچت مشکل سے ہی ہو پاتی۔

اس کی کلاسز شروع ہوگئیں۔۔۔ لیکن کام نہیں ملا، اسے پریشانی یہ تھی کہ اگر وہ کام نہ ڈھونڈ سکی تو پھر سے دائم کا لیکچر سننا پڑے گا گو کہ وہ اپنی جگہ ٹھیک تھا لیکن اپنی جگہ غلط وہ بھی نہیں تھی۔ وہ انتھک کوشش کر رہی تھی۔

✻ ✻ ✻

ایک دن یونیورسٹی سے پندرہ منٹ کی واک پر واقع کیفے کے سامنے سے اس کا گزر ہوا۔ وہ یہاں پہلے بھی آچکی تھی لیکن اسے جواب دیا گیا تھا کہ انہیں ضرورت نہیں ہے۔ اب ضرورت ہے کا بورڈ کیفے کے سامنے رکھا تھا۔ اس نے پہلے کیفے میں بیٹھ کر کافی پی پھر کاؤنٹر تک آئی۔۔۔ اسے یہاں کام تو فوراً" ہی مل سکتا تھا لیکن صرف ایک مسئلہ تھا اور کافی بڑا مسئلہ تھا جو ویٹریس اسے نظر آرہی تھیں۔ انہوں نے گھٹنوں تک اسکرٹ پہن رکھا تھا جو ایک مشہور کافی کے لیبل جیسا تھا، یعنی کمپنی کا چلتا پھرتا اشتہار تھیں۔۔۔ اسے اشتہار سے کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن وہ یہ اسکرٹ تو نہیں پہن سکتی تھی اور جو حالات جا رہے تھے ان کو مدِنظر رکھتے ہوئے وہ اس واحد نظر میں آنے والے "ضرورت ہے" کے موقعے کو۔ ہاتھ سے جانے بھی نہیں دے سکتی تھی۔

اس نے کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھے دراز قد فربہی مائل گورے چٹے انگریز سے بات کی۔۔۔ اس نے امرحہ سے چند سوالات پوچھے اور اسے ہاں کہہ دیا۔۔۔ وہ خوش ہونے کے بجائے اسے دکھ سے دیکھنے لگی یعنی نوکری ملی بھی تو کون سی جس پر شاید ابھی انکار ہو جائے جب وہ اس کی اگلی بات سنے گا۔

"مجھے اس کام کی بہت شدید ضرورت ہے۔۔۔ اگر مجھے یہ نوکری نہ ملی تو میرا مستقبل بہت بری طرح سے تاریک ہو جائے گا۔" اس نے اپنی طرف انگریز کو جذباتی کرنے کی کوشش کی تھی۔

"میں نے تمہیں کام پر رکھ لیا ہے۔"

"میں یہ ڈریس نہیں پہن سکتی۔۔۔ میں جینز پر یہ شرٹ پہن لوں گی بس۔" اس نے ویٹریس کی شرٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"تمہیں اتنا اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ تم جا سکتی ہو۔"

"اس دنیا کے روشن مستقبل کے لیے کیا آپ صرف اس نامکمل ڈریس کو نظر انداز کر کے تعلیم حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتی اس لڑکی پر ایک احسان نہیں کر سکتے۔۔۔ دنیا کا ہر انسان علم حاصل کرنے والے کی عزت کرتا ہے۔"

"مجھے صرف اپنے روشن مستقبل کی فکر ہے۔"

"آپ کس مذہب کے ماننے والے ہیں؟"

اس نے اسے گھورا۔۔۔ یورپ میں کبھی بھی کسی سے بھی اتنی جلدی اس کے مذہب کے بارے میں نہیں پوچھ سکتے۔۔۔ وہ برا مان جاتے ہیں۔

"میں یہودی ہوں۔" امرحہ کی سٹی گم ہوگئی۔ وہ یک ٹک اسے دیکھتی رہی۔

"مجھے گھورنا بند کرو اور جاؤ یہاں سے۔۔۔"

"دیکھیے جناب اگر آپ مجھے کام دیں گے تو سب آپ کی تعریف کریں گے ایک یہودی نے ایک مسلم کا احترام کیا۔۔۔ اس کی اخلاقیات کا خیال رکھا۔۔۔ یونو وغیرہ وغیرہ۔"

"یہ وغیرہ وغیرہ کیا ہے؟"

"مزید تعریف۔۔۔ اور تعریف۔۔۔ سب آپ کو اپنے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔"

"لیکن مجھے اپنی کرسی پر بیٹھنا ہی اچھا لگتا ہے۔"

"پھر بھی ذرا سوچیے۔۔۔ یہ یونیورسٹی ایریا ہے۔۔۔ اسٹوڈنٹس آپ کی کس قدر عزت کریں گے۔ ہو سکتا ہے بلکہ مجھے تو یقین ہے کہ سالانہ کانووکیشن ڈے پر آپ کو خاص طور سے مدعو کیا جائے گا اور آپ تقریر بھی کریں گے۔۔۔ ایسا دن آپ کی زندگی میں دوبارہ نہیں آسکتا۔۔۔"

"مجھے کانووکیشن میں جانے سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"جب آپ جائیں گے تب آپ کو یہ بہت دلچسپ لگے گا۔"

وہ کاؤنٹر پر بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں بجانے لگا اور اسے دلچسپی سے دیکھتا رہا۔۔۔ اس کی نیلی آنکھیں مزید نیلی ہوگئیں۔

"میں نے سنا تھا انگریز بہت رحم دل ہوتے ہیں۔"

"میں پولش ہوں۔"

"مجھے اندازہ تھا لیکن پولش تو دنیا بھر میں انسان دوست مشہور ہیں۔ اخلاقیات کی پاس داری کرنے والے۔۔۔ انسانی خدمت میں سب سے پہلے آنے والے۔۔۔ اور مدد کے لیے کبھی نہ پیچھے ہٹنے والے۔۔۔"

"تمہاری زبان ہمیشہ ایسے ہی چلتی ہے۔"

"نہیں۔۔۔ لیکن جو کافی میں نے ابھی آپ کے یہاں سے پی ہے اس کے بعد سے کافی زیادہ۔۔۔ آپ مجھے ایک ہفتے کے ٹرائل پر رکھ سکتے ہیں۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"میں شرط لگا سکتی ہوں، جب لوگ مجھے ایک مسلم لیڈی کو فل ڈریس میں دیکھیں گے تو وہ اس طرف کھنچے چلے آئیں گے کہ یہ ایک انسان دوست کا کیفے ہے۔۔۔ یہاں کے مالک نے انسانیت کے لیے نام نہاد اصول کو توڑ دیا۔"

کیا واقعی۔۔۔؟" وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے کاؤنٹر بجانے لگا۔

"بالکل۔۔۔ آزما کر دیکھ لیں۔" یہ کہتے امرحہ کی نظر اتاری جانی چاہیے تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ٹھیک ہے' کل سے آجانا۔۔۔ تمہیں اصل کا ففٹی پرسنٹ ملے گا۔"

"مجھے منظور ہے۔۔۔ ویسے آپ کو یہ اندازہ ہوگا ہی کہ روزانہ اس کیفے میں کتنے لوگ آتے ہیں۔۔۔" امرحہ کی ذہانت بڑھتی جارہی تھی۔

"میں دس سال سے یہ کیفے چلا رہا ہوں' سال میں صرف ایک بار آنے والوں کو بھی پہچان لیتا ہوں۔۔۔"

"میرا مطلب تھا کہ اگر کل زیادہ لوگ آئے تو۔۔۔"

"تو مجھے معلوم ہو جائے گا۔" وہ آنکھوں کو اندر کی طرف لے جا کر مسکرایا۔۔۔ اور یہ مسکراہٹ اس پر جم کر رہ گئی۔

✡ ✡ ✡

وہ گھر گئی تو اس نے شرلی' عذرا وغیرہ سب سے کہہ دیا کہ کل ہر صورت وہ خود اور اپنے دوستوں کو لے کر اس کے کیفے آجائیں۔۔۔ ان چاروں نے آنے کا وعدہ کر لیا سوائے ہانا کے۔۔۔ اور انہوں نے اسے یقین دلایا کہ وہ کوشش کرکے اپنے ایک یا دو دوستوں کو بھی ساتھ لے کر آئیں گی۔۔۔ صبح وہ دائم اور نوال کے پاس بھی گئی۔ انہیں سب سچ سچ بتا دیا۔۔۔ دائم کتنی ہی دیر بے یقینی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔

"تم نے کس چالاکی سے یہ سب کیا ہے۔۔۔ ہے نا۔۔۔"

"کرنا پڑا۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"میں اپنے ہم جماعتوں اور دوستوں کو بھی کہہ دیتا ہوں۔۔۔ کتنے دن کا ٹرائل ہے۔"

"ایک ہفتے کا۔۔۔ اگر روز آٹھ دس لوگ آئیں تو۔"

"آٹھ دس تو کم ہیں۔۔۔ آخری دن تک میں تمہیں چالیس کر دوں گا۔"

"یہ ٹھیک ہے۔"

اور پھر یوں پہلے دن دس۔۔۔ دوسرے دن پندرہ پھر اٹھارہ' بیس۔۔۔ پچیس اور آخری دن پورے تین کم پچاس اسٹوڈنٹس وہاں کافی پینے گئے اور مزے کی بات یہ کہ انہوں نے اپنی پرفارمنس کی حد ہی کر دی۔۔۔ وہ کافی پیتے جاتے' کاؤنٹر تک آتے جاتے۔

"کتنے نوبل انسان ہیں آپ۔" مسکرا کر کہا جاتا۔

"آپ نے ایک مسلم خاتون کو بغیر کسی امتیاز کے نوکری دی۔"

"آپ جیسے انسان دوست لوگ آج کل کہاں ملتے ہیں۔"

"ہم سب ضرور اپنے پروفیسرز سے آپ کی تعریف کریں گے' آپ کو ہمارے کانووکیشن ڈے میں ضرور آنا چاہیے۔"

"بہت فرشتہ صفت ہیں آپ۔۔۔ ایسی صفات آج کل ناپید ہیں۔"

"اب ہم ہر روز صرف یہاں ہی آیا کریں گے کافی پینے۔۔۔"

چھ دن ہر پرفارمنس کے ساتھ ساتھ وہ مسکراتا رہا' مسکراتا رہا۔۔۔

"میں نے اپنی زندگی میں بہت سے ڈرامے دیکھے لیکن ان چھ دنوں میں جو یونیورسٹی والوں نے میرے کیفے میں ڈرامہ سیشن کیا' وہ سب سے شاندار رہا۔"

وہ دنگ کھڑی کاؤنٹر پر ہاتھ رکھے اسے ہنستے ہوئے دیکھتی رہی' اس کا تو خیال تھا' اس کا پلان کامیاب رہا لیکن یہ کیا۔۔۔

"تم ایک کاروباری انسان کو الو نہیں بنا سکتیں۔۔۔ رائٹ۔"

"رائٹ۔" اس نے کمزور سا رائٹ کہا۔

"پر۔۔۔ تم ایک کاروباری انسان کو متاثر ضرور کر سکتی ہو۔۔۔ رائٹ۔۔۔"

"رائٹ۔" وہ مسکرانے لگی۔

"دیکھو مس اخروٹ۔۔۔! میں تمہیں یہاں ایسے نہیں رکھ سکتا۔"

وہ ایک دم سے سنجیدہ ہو گیا اور امرحہ بھی۔۔۔ اس کی خوشی اڑن چھو ہو گئی۔

"کافی کمپنی اس ڈریس کے لیے مجھے پے کرتی ہے۔۔۔ اور اس کیفے کے پچاس فیصد مالکانہ حقوق کمپنی کے پاس ہی ہیں۔۔۔ لیکن کیونکہ میری دلچسپی بڑھ گئی ہے کہ میں یونیورسٹی کے کانووکیشن میں بلایا جاؤں تو میں تمہیں عارضی طور پر یہاں رکھ سکتا ہوں۔۔۔ جب تک تمہیں کہیں اور نوکری نہیں مل جاتی' تم یہاں کام کر سکتی ہو لیکن اگر کمپنی نے اعتراض کیا تو مجھے تمہیں فوراً "نکالنا ہوگا۔۔۔"

"کمپنی اعتراض نہیں کرے گی۔" وہ خوشی سے نہال ہو کر بولی۔

کیوں؟ تمہیں کیسے پتا۔۔۔؟"

"میں دعا کروں گی' کمپنی اعتراض نہ کرے۔"

"تم یہ دعا کیوں نہیں کرتیں کہ تمہیں کہیں اچھا سا کام مل جائے۔"

"وہ بھی کر رہی ہوں ساتھ ساتھ۔۔۔ لیکن فی الحال مجھ پر یہی دعا واجب ہے۔۔۔ کہ کمپنی اعتراض نہ کرے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے نرمی سے مسکرا رہا تھا۔

"اور مجھے اخروٹ مت کہئے۔۔۔ آپ مجھے چلغوزہ کہہ سکتے ہیں کیونکہ چلغوزہ مجھے بہت پسند ہے۔"

وہ خوشی سے بولتی ہی چلی جارہی تھی۔۔۔ کیفے سے باہر مانچسٹر کی سڑکوں پر اترنے والی رات' اس رات بہت روشن تھی۔۔۔ جب سیاہی سفید ہو جائے۔۔۔ راتیں روشن ہو جائیں تو زندگی کی شاخوں سے نئی کونپلیں پھوٹتی ہیں۔ خوشبو دیتی ہوئی۔۔۔ پھولوں' پھلوں سے لدی ہوئی۔

✡ ✡ ✡

وہ کام سے بھی لگ گئی اور کلاسز میں بھی مصروف ہو گئی۔ ساتھ ہی اس نے بھی نوڈلز کھانے شروع کر دیے۔ اپنی پہلی تنخواہ سے اس نے سب سے پہلے ہانا کی پسند کے نوڈلز کا بڑا پیکٹ لیا جو وہ دو ہفتے تک کھا سکتی تھی۔ ساتھ ہی انڈے' دودھ کے ڈبے' جام' ڈبل روٹی لے کر اس نے فریج کو بھرا تاکہ وہ سب بھی استعمال کریں۔۔۔ اب اسے رہائش کی تلاش تھی۔۔۔ ساتھ ساتھ وہ اپنا رہائش کا مسئلہ بھی حل کر رہی تھی۔ گو شرلی نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ اتنی پریشان نہ ہو رہائش کے لیے لیکن وہ پریشان تھی اگر اسے انہوں نے خندہ پیشانی سے اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ ڈھیٹ بن کر مستقل ہی وہاں جم جاتی اور بہانے بناتی کہ اسے رہائش نہیں مل رہی۔

چونکہ اسے شروع سے ہی بہت زیادہ کھانے کی عادت تھی تو ابھی وہ مکمل طور پر اپنی بھوک پر قابو نہیں پا سکتی تھی۔ چنے منے سے ناشتے سے تو اس کا کچھ بنتا ہی نہیں تھا۔ اس سے زیادہ تو وہ شام کی چائے میں اڑا جایا کرتی تھی۔

دوپہر کے کھانے کے وقت یونیورسٹی میں اسے کسی نہ کسی کی ٹوئیٹ مل جاتی۔ ٹوئیٹ۔۔۔؟ (Twit)

تو ٹوئیٹ کا قصہ کچھ یوں تھا کہ کسی بھی فرینڈ یا ہائے ہیلو فرینڈ یا کلاس فیلو کے پاس جایا جاتا اور اس سے کہا جاتا۔

"ٹوئیٹ می پلیز۔" (مجھے ٹوئیٹ کرو) اگر وہ چاہتا یا افورڈ کر سکتا تو اسے ٹوئیٹ کر دیتا یعنی ایک کپ چائے' کافی یا کوئی بھی کولڈ ڈرنک پلا دی جاتی۔۔۔ دائم گروپ نے اسے اپنی ساری ٹوئیٹس دے دی تھیں۔۔۔ ٹوئیٹ مانگنے والے کو وہ ٹوئیٹ واپس بھی کرنا ہوتی تھیں۔

اب منظر کچھ یوں ہوتا کہ دائم یا نوال اس سے کہتے کہ جو سامنے حماد بیٹھا ہے۔ اس کے پاس میری چھ ٹوئیٹس ہیں۔ اس کے پاس جاؤ اور کہو۔

"ٹوئیٹ می بیک پلیز۔"

وہ جاتی اور کہہ دیتی۔۔۔ اسی طرح اسے شرلی' عذرا اور ایسے ہی دوسرے ہائے ہیلو دوست اپنی ٹوئیٹس دے دیتے۔۔۔ اکثر جن کی تین یا چار ٹوئیٹس اکٹھی ہو چکی ہوتیں' ان کا وہ برگر کھا لیتی' لیکن برگر' یا سینڈوچ یا پزا کھائے جانے پر ایک ایکسٹرا ٹوئیٹ منفی ہو جاتی یعنی اگر چار ٹوئیٹس ہیں تو تین کا برگر اور ایک منفی یعنی باقی زیرو۔۔۔ اور اگر تین ہی تھیں تو ایک جمع ہو جاتی یعنی برگر کھانے والے کے کھاتے میں ایک ٹوئیٹ آجاتی۔

پہلی بار تو امرحہ کو کافی سے زیادہ شرم آئی پھر اس نے محسوس کیا کہ امیر کبیر اسٹوڈنٹس بھی ایسا کر لیتے ہیں تو وہ بھی کرنے لگی۔ وہ دائم' نوال' شرلی کے پاس

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

جاتی "ریفری آٹوئیٹ پلیز۔" کہتی وہ سوچتے۔ ادھر ادھر دیکھتے۔

"وہ سامنے ۔۔۔ ہاں وہاں گراؤنڈ میں ۔۔۔ وہ جس نے سفید شرٹ پہنی ہے۔ ہاں وہی اس کے پاس جاؤ۔"

کاغذ پر لکھ دیا جاتا "ٹوئیٹ ہر بیک" (اسے ٹوئیٹ واپس کردو) اسی کاغذ پر ٹوئیٹ دینے والا لکھ دیتا "بقایا دو وہ باقی کی دو بھی ہڑپ کر جاتی۔ اسے بڑا مزا آرہا تھا۔ اسے ٹوئیٹ پر ٹوئیٹ مل رہی تھیں ۔۔۔ اس نے دادا کو سب بتایا۔

"مانگنے کے نت نئے انداز۔" وہ ہنسنے لگے۔

"دینے کے نت نئے انداز وادا۔"

"کیا کمال کا جواب دیا ہے تم نے۔" وہ بہت خوش ہوئے اس دن وہ دائم گروپ کی ایک لڑکی اقصیٰ کے پاس گئی اور ٹوئیٹ ریفر کرنے کے لیے کہا۔

"یہ تمہیں لائبریری میں ملے گا ورنہ کہیں نہیں ملے گا اس وقت ۔۔۔ بڑے بڑے کان ہیں ۔۔۔ لائبریری میں کسی سے بھی پوچھ لینا۔ تمہیں اس کا بتا دیا جائے گا ۔۔۔ پوری بیس ٹوئیٹس ہیں میری اس کے پاس۔"

"نہیں ۔۔۔!" امرحہ کے منہ میں پانی بھر آیا۔ آرام سے چار پانچ برگر کھائے جا سکتے ہیں' کافی بھی ۔۔۔ دو ہفتے آرام سے نکل جائیں گے ۔۔۔

یعنی اگلے دو ہفتوں کے لیے بالکل خوار نہیں ہونا پڑے گا ۔۔۔ وہ لائبریری میں آگئی اور سرگوشی کے انداز سے اس کا پوچھا۔

"میں سمجھ نہیں پائی ۔۔۔ کون سی کتاب چاہیے۔"

"اف ۔۔۔ کتاب نہیں چاہیے ۔۔۔ عالیان کا پوچھ رہی ہوں۔ جس کے بڑے بڑے کان ہیں۔"

ایک ہلکی سی مسکراہٹ لائبریرین کے چہرے پر نمودار ہو کر معدوم ہو گئی اور اس نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ کہاں بیٹھا ہے۔ وہ اس کے پاس آئی اور کاغذ جس پر اقصیٰ کی لکھائی میں ٹوئیٹ کا لکھا تھا اس کے آگے کیا۔

اس نے اپنی موٹی سی کتاب سے نظر اٹھا کر اس چٹ کو پڑھا پھر جس ہاتھ نے اس چٹ کو تھام رکھا تھا' اسے خفگی سے گھورا ۔۔۔ اس کی پیشانی پر ایک پتلی سی لکیر بن کر غائب ہو گئی۔

"سوری۔ اس وقت نہیں۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"پھر کس وقت؟"

"بس آج نہیں ۔۔۔ ان فیکٹ اگلے ہفتے تک نہیں ۔۔۔ برائے مہربانی اس سے پہلے مجھے تنگ نہ کیا جائے۔"

"پر مجھے تو ابھی اسی وقت بھوک لگی ہے۔" اس کی تیز آواز پر وہ بھوری آنکھوں والا حیران رہ گیا۔ پیشانی پر خفگی سے اس بار دو لکیریں بن کر ابھریں اور وہیں براجمان رہیں۔

"ٹوئیٹ می بیک۔" امرحہ نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر تھوڑی اور تیز آواز میں کہا۔ یہ وہی تھا نا جو اس دن ویلکم ویک کے دوران اس پر چلا رہا تھا۔ اب وہ اس پر چلا سکتی تھی۔

"میں نہیں کر رہا۔" اس نے ذرا سختی سے کہا۔

"میں کیا کروں ۔۔۔ مجھے تو بھوک لگی ہے۔" اس نے اس طرف آتے ہوئے ایک اور کام کیا تھا۔ اس نے کاغذ پر خود ہی سینڈوچ لکھ دیا تھا۔

اس کی تیز بھوری آنکھیں ایک لحظے کے لیے سیاہی مائل سی ہوئیں۔ پیشانی پر شکنوں کا جال سا بچھ گیا۔ 90ء کے ہیروز کی طرح اس نے گردن کو ہلکا سا جھٹکا دے کر اسے گھورا اور پھر وہ ٹوئنٹی ز کے ہیرو کی طرح اسے مکمل نظر انداز کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں نے کہا نا" اگلے ہفتے سے پہلے میرے پاس نہ آنا۔" وہ لائبریری بلڈنگ سے باہر نکلا۔

"میں کچھ نہیں جانتی۔" وہ بھی اس کے ساتھ نکلی۔ اس نے اس کے ہاتھ سے کاغذ کھینچا اور تیزی سے آگے آگے چلنے لگا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے لپکی کہ وہ کینٹین جا رہا ہے۔ لیکن ۔۔۔ وہ تو ۔۔۔ وہ تو ۔۔۔

"یہ کیا ہے اقصیٰ؟" اس نے دو انگلیوں میں اٹکایا کاغذ اقصیٰ کے آگے کیا۔ "کس بھوکی کو میرے پیچھے لگا دیا ہے۔"

"یہ کیا ۔۔۔؟" امرحہ نے اس امریکی نقوش کے حامل ۔۔۔ فرنچ غصے کو سہم کر دیکھا۔ یہ اس نے کیا کہہ دیا۔ اتنے دھڑلے سے۔ امرحہ نے آس پاس دیکھا ۔۔۔ اف ۔۔۔ یونیورسٹی کے سارے اسٹوڈنٹس انگوٹھے لہرا لہرا کر شرم کرو ۔۔۔ شرم کرو ۔۔۔ کہہ رہے تھے ۔۔۔ پہلے تو امرحہ نے آنکھیں میچ لیں۔ پھر اس نے غصے سے بھڑک کر اسے دیکھا۔ اقصیٰ نے پڑھا کاغذ پر سینڈوچ لکھا تھا۔

"ٹوئیٹ می بیک پلیز۔" اقصیٰ نے اس کی عزت رکھ لی۔

"اگلے ہفتے ۔۔۔" اس نے شان سے کندھے اچکائے جیسے ایک بڑا نقصان کرنے کے بعد اطالوی اچکاتے ہیں۔ بے نیازی سے بھی اور خونخواری سے بھی۔

"تم دونوں ہینڈل کرلو پلیز ۔۔۔" اقصیٰ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ایک بھوکے اور دوسرے کنجوس کو کیسے ہینڈل کرے اور وہ کہہ کر گراؤنڈ سے اٹھ کر چلی گئی۔

"اگلے ہفتے سے ایک بھی دن پہلے میرے پاس نہ آنا۔" لمبے کانوں والے نے ناک پھلا کر کہا اور پھر سے لائبریری کی طرف جانے لگا۔

"اگلے ہفتے تک میں مر جاؤں گی۔" وہ پھر اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

"ایک میری ہی ٹوئیٹ پر زندہ ہو کیا؟" وہ پھر سے ایک فرنچ بن گیا' جو غصے کو دبانے کے لیے لفظ چباتے ہیں تو آنکھیں سرد مہری سے اندر کر لیتے ہیں۔ اختلاف اپنی جگہ' لیکن وہ اس کے اس طرح خم دے کر طنز جھاڑنے پر اسے دیکھتی رہ گئی۔ غصہ کر بھی رہا تھا اور نہیں بھی ۔۔۔ کیسی بات تھی۔

"آج تو اسی ٹوئیٹ پر رہنا ہے۔ سارے پیسے ختم ہو گئے اور نوڈلز بھی ۔۔۔ صبح جلدی کی وجہ سے چائے بھی نہیں پی۔" اس بات پر وہ ذرا رکا' اپنے کراس بیگ کو اپنی گردن سے نکال کر اسے کھنگالنے لگا۔ تھوڑا وقت لگا۔ لیکن وہ مطلوبہ چیز نکال چکا تھا۔

اف ۔۔۔ اس نے ایک چاکلیٹ نکالی جو آدھی کھائی ہوئی تھی۔

"یہ لو ۔۔۔" آدھی کھائی چاکلیٹ اس کی طرف بڑھائی۔

"اس سے کیا ہوگا۔" چاکلیٹ دیکھ کر امرحہ کو خوشی تو ضرور ہوئی۔ لیکن فی الحال اسے سینڈوچ ہی کھانا تھا۔

"کافی کیلوریز ہیں اس میں۔" بھوری آنکھوں والے نے بیگ کو واپس گلے میں ڈالا۔ ایک ہاتھ جینز کی جیب میں ڈالا اور ایسے کھڑا ہو گیا جیسے اس کا فوٹو سیشن ہو رہا ہو۔

"لارڈ میئر جوانی کے دنوں میں یونیورسٹی میں چیریٹی کرتے ہوئے۔" فوٹو کا کیپشن اس سے بڑھ کر اور کیا ہوتا۔

"مجھے کیلوریز نہیں چاہئیں ۔۔۔ کھانا چاہیے۔"

"تو یہ کیا بھوسا ہے؟" لارڈ میئر نے بھنویں اچکائیں اور کچھ ایسے اچکائیں کہ وہ پیشانی پر گرے بھورے بالوں سے جا ملیں۔

"اور یہ چھوٹی ۔۔۔ بھی ہے۔ چھوٹی اور آدھی کھائی ہوئی اور پھر میں کیوں کسی کی چیز کھاؤں۔"

بھنویں ۔۔۔ اس بار سوالیہ اچکیں ۔۔۔ یعنی اتنی ایگو ہے تم میں ۔۔۔ اچھا۔ سچ میں ۔۔۔؟

"دوسری طرف سے کھا لو ۔۔۔ آخری کنارہ پھینک دینا۔"

وہ منہ بنائے کھڑی رہی ۔۔۔ اس نے پھر سے ۔۔۔ بیگ کھنگالا اور ایک پیکٹ نکالا ۔۔۔ جس کے ریپر کو ایک کامن پن سے بند کیا گیا تھا۔ تاکہ اندر موجود میوہ جات بیگ میں بکھر نہ جائیں ۔۔۔ پیکٹ بسکٹ کا لگتا تھا۔

"یہ لو اور یہ بھی لو ۔۔۔" چاکلیٹ اور بسکٹ دونوں اس کے آگے کیے۔ اس نے دونوں پیکٹ پکڑ لیے ۔۔۔ ایک میں موجود چاکلیٹ تو اس نے دیکھ لی تھی۔ دوسری کی پن نکالی تو وہ بسکٹ کا چورا نکلا۔

"مجھے کیا سمجھ رکھا ہے۔ چیریٹی کر رہے ہو۔" امرحہ بری طرح سے برا مان گئی۔ لیکن اس نے جیسے سنا نہیں اور وہ تیزی سے لائبریری کی طرف جانے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جو دونوں پیکٹ ہاتھ میں لیے کھڑی ہے۔ اسے تو آپ جانتے ہی ہیں۔ لیکن جو جا چکا ہے کیا اسے جانتے ہیں؟

عالیان مارگریٹ۔۔۔ وہ اپنی ماں کے نام کے ساتھ پہچانا جاتا ہے۔

☼ ☼ ☼

رہائش کا مسئلہ تھوڑا سنجیدہ ہوتا جا رہا تھا۔ جو رہائش مل رہی تھی، وہ مہنگی تھی، جو سستی تھیں یا وہ دور بہت تھیں یا وہ لڑکوں کے ساتھ تھیں۔ یعنی لڑکے لڑکیاں ایک ہی فلیٹ میں۔۔۔ سب اس کے لیے اپنی اپنی جگہ پر کوشش کر رہے تھے۔ وہ ایک، دو برطانوی، پاکستانی، ہندوستانی گھرانوں میں بھی گئی، لیکن وہ رہائش بھی اس کی گنجائش سے زیادہ تھی۔ وہ بہت نارمل سی ایک رہائش افورڈ کر سکتی تھی۔ یعنی بے حد سستی سی۔ جتنی زیادہ سستی ممکن ہو سکے اتنی سستی اور یونیورسٹی کے پاس بھی۔۔۔

"ایک لینڈ لیڈی ہیں تو، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہاں کم ہی لوگ رہنے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔ ان کو سمجھنا بہت مشکل ہے وہاں جا کر دیکھ لو شاید تم ان کو سمجھ سکو۔"

"ٹھیک ہے وہاں بھی جا کر دیکھ لیتی ہوں۔" اس کا منہ لٹک گیا۔

"ہاں۔۔۔ ایسے ہی منہ لٹکا لینا۔۔۔ اور وہ اپنا مشہور زمانہ اور آزمودہ فقرہ ضرور کہنا۔ منحوس ماری۔۔۔ مجھے تو جل مرجانا چاہیے۔" اس بات پر وہ نوال سے زیادہ ہنسی۔

"ایک، دو لڑکیاں ہیں جو وہاں گئی تھیں۔ ایک چند دن بعد ہی واپس آ گئی اور ایک نے چند ہفتے بعد وہ گھر چھوڑ دیا۔ وہ اسے شٹل کاک کہہ رہی تھیں۔"

"نام اچھا ہے شٹل کاک۔"

"کہانی آتی ہے تمہیں؟"

"ہاں۔۔۔ ایک، دو آتی ہیں۔"

"گڈ۔۔۔ سنا ہے، وہ ہر رات کہانی ضرور سنتی ہیں۔"

"اچھا۔۔۔ صرف کہانی۔۔۔ مطلب کرایہ نہیں لیں گی؟"

"ہاہاہا۔۔۔ کرایہ تو ضرور لیں گی۔۔۔ ساتھ کہانی بھی۔"

"ٹھیک ہے، میں دو چار کہانیاں یاد کر کے جاتی ہوں۔"

☼ ☼ ☼

شٹل کاک کا پتا لے کر وہ چھٹی والے دن شام کو آ گئی۔ یہ ایک، دو منزلہ برطانوی طرز تعمیر کا کافی بڑا گھر تھا۔ گھر کے آگے سبزے کا کافی بڑا قطعہ تھا۔ جس میں مختلف اقسام کے پودے اور پھول لگے تھے۔ ساری عمارت سفید رنگی تھی اور وائٹ ہاؤس کا چھوٹا سا منا سا نمونہ لگ رہی تھی۔ امرحہ کو شٹل کاک کا بیرونی نظارہ بہت پسند آیا۔ بلکہ بہت ہی زیادہ پسند آیا۔ اگر اسے یہاں رکھ لیا جائے تو وہ کافی شان دار قسم کی رہائش گاہ ثابت ہونے والی تھی۔

بیل دی اور کافی دیر تک دیتی رہی۔ کھڑکیوں سے بھی جھانکتی رہی۔ دروازہ بھی بجایا۔ لیکن کوئی بات نہیں بنی۔ وہ دروازے کے پاس ہی سیڑھی پر بیٹھ گئی کہ شاید مالکن بازار تک گئی ہوں۔ کوئی بیس منٹ بعد جا کر دروازہ کھلا۔۔۔ وہ جلدی سے اٹھ کر دروازے تک آئی۔

"مجھے کہانی آتی ہے۔" جھٹ کہا۔

سامنے والی کی ہنسی کا فوارہ نکلا۔ وہ ہلکے گلابی رنگ کی ساڑھی میں تھی۔ لمبی پتلی، سانولی سی۔۔۔ کالے سیاہ بالوں کی کس کر چوٹی بنائے ہوئے اور انہیں کندھے پر گرائے ہوئے۔

"مجھے کمرہ چاہیے۔"

"اندر آ جاؤ۔" وہ ہنستی ہوئی اندر کی طرف بڑھی۔ امرحہ بھی اس کے پیچھے چلنے لگی۔

بعد ازاں امرحہ کو معلوم ہوا کہ وہ لینڈ لیڈی کو شام کی چائے پلا رہی تھی۔ پھر ان کا منہ دھلایا، کپڑے تبدیل کروائے۔ بیل دینے والا، دروازہ پیٹنے والا جائے بھاڑ میں، ہم کیا کریں۔ لینڈ لیڈی نشست گاہ میں

...ے آتش دان کے پاس بیٹھی بال جبریل کا انگلش ترجمہ پڑھ رہی تھیں۔ اس کی سانس اٹکنے لگی۔ یعنی شاعری بھی سنانی پڑے گی۔ وہ بھی ایسی اعلا پائے کی۔۔۔ یعنی یہاں بھی اس کا کام بننے والا نہیں تھا۔ بہت دیر اس کا انٹرویو ہوتا رہا۔ وہ بہت صبر سے اور اپنی طرف سے بہت چالاکی سے سارے سوالات کے جوابات دیتی رہی۔

"کھانا پکا لیتی ہو؟ کیا کیا پکا لیتی ہو؟"

"چاول۔۔۔ روٹی۔۔۔ اور تنور ہو تو نان بھی لگا لیتی ہوں۔" اس نے ایسی چیز کا نام لیا جو برطانیہ میں میسر نہیں ہو سکتی تھی۔ "تنور"

"بیسن کی روٹی۔۔۔ آلو۔۔۔ گوبھی۔۔۔ قیمے کے پراٹھے۔ مولی کے بھی۔۔۔ نان پر بیسن لگا کر اسے تل لیتی ہوں۔ بہت مزے کا بنتا ہے۔ آلو کے پکوڑے۔۔۔ بینگن، پالک، چکن کے، مچھلی کے بھی بنا لیتی ہوں۔"

لینڈ لیڈی اپنے بچوں کے سے چھوٹے چھوٹے ہاتھ تھوڑی تلے رکھے اسے دیکھتی رہیں۔

"ہو چکا تمہارا؟ اب بتاؤ کھانا پکا لیتی ہو؟"

اس کا منہ لٹک گیا۔ اس کی چالاکی کسی کام نہ آئی۔ دادی ٹھیک کہا کرتی تھیں کہ انسان کو زندگی میں سب کام آنے چاہئیں۔ نامعلوم زندگی کہاں لے جائے اور کون سا سیکھا کام۔۔۔ کام آ جائے۔

"گوشت کا سالن۔۔۔ اور چاول بس۔۔۔ روٹی بھی۔"

"سادھنا! یہ پراٹھوں کی اتنی ورائٹی کام کی ہے؟"

"جی۔ ہفتے میں دوبارہ یہ ہو جائے گا۔۔۔ باقی گوشت کا سالن اور چاول۔۔۔" میڈم سادھنا اسی کے ساتھ صوفے پر ذرا کنارے پر بیٹھی تھیں اور سویٹر بن رہی تھیں۔

"سودا سلف بھی لانا ہو گا۔"

"جی۔ میں لے آؤں گی، سنڈے کے سنڈے۔"

"سنڈے ونڈے ہم نہیں جانتے۔۔۔ جب جب سادھنا کہے گی لانا ہو گا، تازہ سبزی آتی ہے روز۔۔۔ حلال گوشت آتا ہے۔۔۔ بولو ہاں یا نا؟"

"ہاں جی۔۔۔ ہاں۔۔۔"

"گڈ۔۔۔ اچھا اب بولو کہانی آتی ہے کوئی؟"

"جی آتی ہے۔۔۔ دو۔۔۔"

"گڈ۔۔۔ کون کون سی؟ سناؤ ذرا۔"

"ایک کوا تھا بہت پیاسا تھا۔۔۔ ادھر اڑا۔۔۔ ادھر اڑا۔۔۔"

"دوسری۔۔۔؟"

"دوسری۔۔۔ خرگوش اور کچھوے والی۔" سادھنا تیزی سے سلائیاں چلانے لگی، تاکہ اس کی ہنسی کم سے کم اس کے منہ سے نکلے۔۔۔ لینڈ لیڈی البتہ ہونٹ بھینچے بیٹھی رہیں۔

"بی بی! یہاں رہنا ہے یا نہیں؟"

"رہنا ہے۔"

"تو کہانیاں بدلو۔"

"میں اچھی اچھی کتابیں لے لوں گی۔۔۔ آپ کو پڑھ پڑھ کر سناؤں گی۔"

"گڈ۔۔۔"

"کرایہ بتا دیں پلیز۔۔۔"

"پہلے شرائط سن لو۔۔۔ تم سے پہلے تین لڑکیاں ہو کر جا چکی ہیں۔۔۔ تم چوتھی آئی ہو۔۔۔ سادھنا یہاں دو سال سے رہ رہی ہے۔"

اس نے سہم کر سادھنا نامی "لڑکی" کو دیکھا۔

"ہائے میری بھی اتنی عمر لگتی ہے کیا؟"

"سادھنا سے پہلے یہاں چھ لڑکے رہ کر گئے ہیں۔ اچھے لڑکے تھے، سارا کام کر دیتے تھے۔ میں تو لڑکوں کے حق میں ہی تھی۔ پر اب سادھنا کی وجہ سے لڑکیاں ہی رکھتی ہوں۔ سارے گھر کی صفائی کرنی ہو گی اور صبح ہی کر کے جانی ہو گی۔ باقی کے کمرے بند ہیں۔۔۔ اور جتنا بھی گھر استعمال ہو رہا ہے۔ وہ تمہیں صاف کرنا ہو گا۔ کھانا بنانا ہو گا۔ ہفتے میں دو دن پودوں کی کانٹ چھانٹ۔۔۔ اور کھڑکیوں کی صفائی۔۔۔ ایک ہفتے تم میرے کپڑے لانڈری کرو گی اور استری بھی۔۔۔ ایک ہفتے سادھنا کرے گی۔۔۔ جتنی زیادہ لڑکیاں یہاں رہنے کے لیے آ جائیں گی۔ اتنا ہی کام کم ہو جائے گا۔ میرے کمرے کا جو سینٹرل کارپٹ ہے اسے دھوپ کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

دنوں میں تمہیں دھوپ لگوانی ہوگی۔ پاکستان میں اپنے گھر کا نمبر تمہیں مجھے دینا ہوگا۔ کیونکہ اگر میں نے تمہیں ٹریک سے اترتے ہوئے دیکھا۔ یعنی اگر تم میں کوئی غلط حرکت دیکھی تو فوراً" میں تمہارے گھر والوں کو بتاؤں گی' تم ایک مسلمان لڑکی ہو' اس لیے میں تمہارے پاس کوئی ایسی ویسی چیز نہ دیکھوں' ورنہ میں تمہیں فوراً" یہاں سے نکال دوں گی اسی وقت..... چاہے باہر برف باری ہو رہی ہو اور تم نمونیہ کا شکار ہو..... تمہارے ہر طرح کے دوست یہاں آسکتے ہیں' لیکن اگر میں نے ان دوستوں میں خرابی دیکھی تو بھی تمہیں یہ جگہ چھوڑنی ہوگی۔ بے شک تمہیں پورے انگلینڈ میں کہیں جگہ نہ ملے۔ اگر میں سوتی ہوں تو چٹکی کی آواز سے بھی اٹھ جاتی ہوں۔ اس لیے جب میں سوؤں تو تم ایسے ہو جانا جیسے گونگی ہو۔"

لینڈ لیڈی بولتی رہیں۔ بولتی رہیں۔ وہ جس صوفے پر بیٹھی تھی۔ اسی پر اونگھنے لگی۔ کوئی تین گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھلی تو وہ اسی صوفے پر آڑی ترچھی پڑی سو رہی تھی۔ اس کی نظر چھت پر لگے بڑے سے فانوس پر گئی جو روشن تھا۔ لیکن اس کی نیند سے بھری آنکھیں اس فانوس میں سے مختلف رنگ نکلتے دیکھ رہی تھیں۔ وہ رنگ اُڑ رہے تھے۔

"کیا مجھے کسی ڈان نے اغوا کر لیا ہے۔" چھت اور قد آدم کھڑکی کے قد آدم ہی پردوں کو گھورتے اس نے سوچا۔

"میں یہاں ہوں..... کہاں ہوں..... میں.....؟" وہ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھی سادھنا' لینڈ لیڈی کی راکنگ چیئر کے پاس صوفے پر بیٹھی کہانی سنا رہی تھی۔ اسے لگا' وہ صرف پانچ منٹ ہی سوئی ہے۔

"اور کیا تم کیا کہہ رہی تھیں آپ؟" وہ آنکھیں ملنے لگی۔

"تم ایسے ہی ہر جگہ لم لیٹ ہو جاتی ہو لڑکی؟" لینڈ لیڈی ہنس کر بولیں۔ امرحہ لفظ لم لیٹ پر حیران ہوئی۔ خالص دیسی لفظ تھا۔ یقیناً" کوئی پاکستانی سکھا کر گیا تھا انہیں۔

"جی..... بس..... آج تھکی ہوئی تھی تو....."

"جاؤ' کھانا کھا لو..... کچن میں رکھا ہے۔"

"کھانا؟" جیسے صدیوں بعد یہ لفظ سنا تھا۔ وہ جلدی سے کچن میں گئی اور سارے ویجی ٹیبل رائس اور چکن سوپ ہڑپ کر گئی۔ کافی بنائی اور مگ لے کر آگئی۔ لینڈ لیڈی اسے دیکھتی ہی رہ گئیں۔

"کافی کس سے پوچھ کر بنائی تم نے؟"

"اوہ..... پھر غلطی کر دی اس نے۔" وہ خاموش کھڑی دونوں خواتین کو دیکھتی رہی اور منہ لٹکا لیا۔ شکل پر بے چارگی لے آئی۔

"بیٹھ کر پی لو۔" لینڈ لیڈی کے اعصاب کچھ ڈھیلے ہوئے۔ وہ بیٹھ کر پینے لگی۔

"برا نہ ماننا' پر تم ایشیا والے بہت تنگ کرتے ہو۔ ایک لمبا وقت تو تمہیں بنیادی اخلاقیات سکھانے میں لگ جاتا ہے اور تم لوگ کھاتے بھی بہت ہو..... مجھے کوئی اعتراض نہیں' پر تھوڑا اپنی عادات پر قابو پاؤ' انہیں درست کرو۔" امرحہ خاموشی سے کافی پیتی رہی۔

"تم جا کر سو جاؤ سادھنا..... اور تم امرحہ! مجھے میرے کمرے میں لے چلو۔" وہ انہیں کمرے تک لے گئی۔ وہ ایک ٹانگ سے معذور تھیں۔ دائیں ٹانگ فالج زدہ تھی۔ دایاں ہاتھ بھی بہت مشکل سے حرکت کرتا تھا۔ لیکن ٹانگ کی طرح مفلوج نہیں تھا۔ انہیں ان کے بیڈ پر لٹایا۔ "میرے بال بھی اتار دو....."

"بال.....!" امرحہ کو لگا' ان کے دماغ کے ساتھ بھی کچھ مسئلہ ہے۔

"ہاں بھئی' ہاں تو.....؟"

وہ قریب ہوئی اور بالوں پر ہاتھ رکھ کر کھینچا اور وگ اس کے ہاتھ میں آگئی اور اندر سے بمشکل آدھ انچ لمبے بال نکلے۔

پھر وہ سوئچ بورڈ کی طرف آئی اگر اس نے ٹھیک سے گنے تھے تو وہاں کم سے کم پچیس سے زیادہ بٹن تھے۔ نائٹ بلب کا شیڈ پسند کرنے میں انہوں نے کافی وقت لیا..... پھر ہلکے سرمئی کو انہوں نے اتوار کی رات

کے لیے پسند کیا اور اسے جانے کے لیے کہا۔

"تم ساتھ والے کمرے میں سو جاؤ' صبح اپنا سامان لے آنا۔" خوشی سے اس کی چیخ نکل گئی۔ کیونکہ تین وقت کے کھانے کے ساتھ یہ جگہ اسے بہت ہی سستی پڑ رہی تھی۔

"اور ہاں..... دوبارہ کچن میں نہ جانا۔" لیکن وہ پہلے کچن میں گئی۔ ایک کپ اور کافی بنائی اور ایک کپ کافی کی قیمت کچن کاؤنٹر پر رکھ دی اور کمرے میں آکر سو گئی۔ درمیان میں اس کی آنکھ کھلی تو اسے اپنی غلطی کا شدید احساس ہوا۔ اس نے فوراً" شرلی کو فون کیا۔

"میں پولیس کو کال کرنے ہی جا رہی تھی' تم نے ہمیں پریشان کر دیا۔" وہ ابھی اتنی ذمہ دار نہیں ہوئی تھی۔

☆ ☆ ☆

اگلے دن سامان لا کر اسے کمرے میں سیٹ کیا۔ پھر اس دن سن ڈے تھا' تو کارپٹ کو اٹھا کر دھوپ میں ڈالا..... کپڑے دھوئے' استری کیے' پھر انہیں لیڈی مہر کی وارڈروب میں لٹکایا۔ سادھنا کے ساتھ مل کر کھانا بنایا اور پھر کیفے آگئی..... واپسی پر بک اسٹور ہوتی گئی۔ لیکن وہاں اردو کی کتابیں بہت کم تھیں جو تھیں وہ بہت اولی تھیں۔ زیادہ تر شاعری کی تھیں۔ آگ کا دریا' خدا کی بستی' اداس نسلیں' من چلے کا سودا۔ وغیرہ وغیرہ..... ایک تو وہ فی الحال اس طرح کی مہنگی کتابیں خرید نہیں سکتی تھی۔ دوسرے اس عمر میں اپنے سر کے بال جھڑوانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ یہ سب کتابیں پڑھ چکی تھی۔ لیکن پڑھ کر سنا نہیں سکتی تھی۔ یہ ایک صبر آزما کام تھا اور اتنا زیادہ صبر وہ اتنی سی عمر میں نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے ایک سادہ سی..... سستی سی کتاب چاہیے تھی۔ اس نے اپنی پاکستانی ہم جماعت سے بات کی تو اس نے اسے اپنی خالہ کی ایک کتاب لا دی..... کھیل تماشا..... اشفاق احمد کی..... خیر ایک تو مفت میں کتاب مل گئی تھی۔ دوسرا زیادہ موٹی نہیں تھی۔

اپنی باری پر اس نے لیڈی مہر کو کھیل تماشا سنانا شروع کی وہ تو مزے سے سنتی رہیں۔ لیکن امرحہ کے دماغ کے کہیں اوپر سے الفاظ گزر گزر کر جاتے رہے۔ وہ بلاشبہ اپنی طرز کی شاہکار کتاب تھی۔ لیکن امرحہ جیسے کند ذہن اسے بے کار رہے تھے۔ لیڈی مہر اسے بار بار پیچھے لے جاتیں۔ کئی کئی سطروں کو بار بار پڑھواتیں..... اتفاق سے اس نے ایک بڑا معرکہ سر کر لیا تھا۔ "کھیل تماشا" نے سننے والے اور سنانے والے دونوں کا دل موہ لیا تھا۔ تخت پور کے ماشریالی اور ان پر مر مٹنے والی رجنی نے نشست گاہ میں جادو سا جگا دیا ہوتا جیسے..... ایسے لگتے لگتا جیسے ماشریالی اپنی کلارنٹ پر آسا کی واران کے سامنے بیٹھے ہی بجا رہے ہوں..... اور رجنی عین ان کے سامنے داسی بنی بیٹھی ہو۔

لیڈی مہر نہال ہو' ہو گئیں۔ "بہت کمال کی..... شاندار....."

سادھنا قدیم بنگالی اور بھوج پوری لوک کہانیاں سناتی تھی جو اس نے اپنے بنگالی باپ اور بھوج پوری ماں سے سنی تھیں اور حیرت انگیز طور پر وہ کہانیاں اتنی تھیں کہ امرحہ کو لگتا' سادھنا نے اپنی زندگی کے اتنے سال صرف کہانی سنتے ہی گزارے ہیں..... جب وہ رات کو کہانی شروع کرتی تو اس کی آواز میں سارے بنگال کا سحر سمٹ آتا..... وہ گنگا جمنا کی طرح رواں دواں ہو جاتی..... ہلکورے کھاتی..... شفاف ہو ہو جاتی..... اکثر اس کی کہانیاں پر سوز ہوتیں..... لیکن وہ انہیں اتنی نرمی اور چاہت سے سناتی کہ لگتا ہی نا کہ ان کہانیوں میں سوز ہے۔

سادھنا بمشکل بتیس سال کی تھی اور اس کے آٹھ سالہ بیٹے کو ہڈیوں کا کینسر تھا۔ سادھنا کی کہانی محبت سے شروع ہو کر امر جیت پر ختم ہوتی..... وہ پر سوز کہانی سناتے ہوئے بالکل آبدیدہ نہ ہوتی' بلکہ ایسے لگتا کہ اس کا آٹھ سالہ بیٹا اس کے سامنے کھڑا ہے اور اس سے کہہ رہا ہے۔

"جو دکھ پر رو دیتا ہے۔ وہ تو پھر کوئی انسان ہوا' لیکن جو کم ہمتی پر روتا ہے۔ وہ بھی کوئی انسان ہوا.....؟" وہ بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کوئی انسان بھلا۔"

تو سادھنا کیونکر روتی' جب اس کا بیٹا ہی جواں حوصلہ ہے... ساری تکلیف سہ کر بھی اسے فون کرتا ہے اور کہتا ہے۔

"میں جب تک زندہ رہوں گا... کبھی رو کر نہیں سوؤں گا... کبھی رو کر آنکھ نہیں کھولوں گا۔ ڈاکٹروں کے سارے اوزار اور ان کی دوائیں... اور میرے جسم کی ساری تکلیف بھی مل کر مجھے ہرا نہیں سکے گی۔ میں نہیں روؤں گا ماں... کبھی نہیں۔"

تو ایسے بچے کی ماں کیسے روتی... وہ بات بات پر مسکراتی... ہنستی... اس کی کہانیاں کیوں نہ "امر جیت" ہوتیں... اس کی آواز میں ایسا سحر کیوں نہ آتا جو تھپک تھپک کر سلا دیتا ہے۔ دل پر کیسا ہی بوجھ کیوں نہ ہو... اس کی کہانی پرستان لے ہی جاتی ہے۔ سادھنا کی کہانی سنتے سنتے وہ نشست گاہ میں ہی سو جاتی جیسے کوئی وہ لوری سناتا ہو جو جنگ سے لوٹ آنے والا اپنے بچوں کو اور جنگ جیت جانے والا اپنے کنبے کو سناتا ہے... وہی جوان مردی کے قصے اور شہیدوں کے لہو رنگ فسانے۔

☼ ☼ ☼

اس دوران ایک چھوٹا سا واقعہ ہوا جو کافی بڑی صورت اختیار کر گیا۔ اسے اور اس کے چند کلاس فیلوز کو یونیورسٹی کے ایک دوسرے گروپ نے اپروچ کیا... وہ مانچسٹر میں اپنی نئی کلاسز کے شروع ہونے کے سلسلے میں ایک پارٹی کا اہتمام کر رہے تھے... اور پارٹی کے انتظامات کے لیے انہوں نے یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس کو ہی موقع دیا تھا۔ تاکہ وہ چند گھنٹوں میں کچھ زیادہ پونڈز کما سکیں... اس کے کلاس فیلوز نے ہاں کہا تھا۔ اس نے بھی ہاں کہہ دیا... انہیں پارٹی کے سارے انتظامات دیکھنے تھے... ڈیکوریشن سے لے کر سرونگ تک... پارٹی ان میں سے کسی ایک اسٹوڈنٹ کے گھر کے لان میں تھی اور جہاں یہ گھر تھا۔ وہاں باقی گھر کافی دور' دور تھے۔ جن کے آگے سڑکیں کھلی اور کشادہ تھیں۔

سرشام ہی ان سب نے پارٹی کے لیے ابتدائی سیٹنگ مکمل کر لی... باقی ان کا کام میزوں پر کھانے کی اشیار کھنا تھا جو ذرا ہٹ کر الگ سے لگی تھیں۔ انہیں ہر فرد کو الگ الگ نہیں پیش کرنا تھا۔

"تم شکل سے بہت زیادہ پاکستانی لگتی ہو۔" ایرک اور اس کے دوسرے دوست اسے تشویش سے ایسے دیکھنے لگے کہ اسے تشویش ہونے لگی۔ وہ سب پارٹی کے انتظامات دیکھنے آئے تھے۔

"میں ہوں بھی پاکستانی۔" وہ برا مان گئی۔

"نہیں... ہمارا مطلب... وہ سب ذرا ڈرتے ہیں... ذرا سے کچھ زیادہ ہی ڈرتے ہیں۔"

"ڈرتے ہیں... کون...؟"

"آج کی پارٹی میں آنے والے زیادہ تر اسٹوڈنٹس..." وہ کافی زیادہ گول مول سی باتیں کر رہا تھا۔

"تم نہیں پاکستان فوبیا ہے کیا؟"

"نہیں... شاید ہاں... یہ اخبارات... ٹی وی... میڈیا دماغ خراب کر دیتے ہیں... برا نہ مانو پلیز... وہ کمزور عقیدے کے لوگ ہیں... جو کچھ اخبارات میں کہا جاتا ہے۔ اس پر یقین کر لیتے ہیں اور تم ہو بھی مسلم... پلیز ایسے برا نہ مانو... دھماکوں سے بہت ڈر لگتا ہے انہیں۔"

"دھماکوں سے ڈر لگتا ہے... میں مسلم ہوں... آخر کیا مطلب ہے ان سب باتوں کا... مجھے بھی دھماکوں سے ڈر لگتا ہے... لیکن میں تو تمہیں نہیں بتا رہی۔" وہ ایک نہ سمجھ سکی۔

"دیکھا تم برا مان گئیں... تم غلط سمجھ رہی ہو... یہاں کون سا دھماکا ہونے جا رہا ہے... مطلب کچھ ہو گا ہی نہیں تو ڈرنا کیسا...؟"

"کچھ ہونے کا خطرہ ہے یہاں... کوئی بلاسٹ؟ تم مجھے ڈرا رہے ہو؟"

"میں تمہیں صرف بتا رہا ہوں... ان میں سے زیادہ تر کے انکل اور فادرز پولیس میں ہیں... بس ایسے ہی بتا رہا ہوں... ایسے پریشان نہ ہو۔"

امرحہ کا سر چکرانے لگا۔ "کیا کہہ رہے ہو... کیا سمجھانا چاہ رہے ہو مجھے؟"

"ایسے ہی تم سے باتیں شیئر کر رہے ہیں۔"

"ایسے باتیں شیئر کرتے ہیں... تم سب مجھے شک سے گھور رہے ہو... تمہیں لگتا ہے میں یہاں دھماکا کروں گی... میں... کیا مذاق ہے یہ...؟"

"ایسی تو کوئی بات ہم نے نہیں کی... تم کیا سے کیا سوچ رہی ہو؟"

"ہاں' سیدھے سیدھے یہ بات نہیں کی' پر جو کی ہیں ان کا مطلب خوف ناک ہے۔"

"ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں تمہارا تو ابھی سے رنگ اڑ گیا ہے۔"

"ابھی سے مطلب..." اس کا رنگ واقعی میں اڑ اڑ گیا۔

وہ گڑبڑا گئے... "مطلب ہم تو صرف باتیں کر رہے ہیں۔"

"ایسی خطرناک باتیں ہی کرتے ہو تم سب؟ مجھے تمہاری باتیں پسند نہیں آئیں۔"

وہ اپنے کام میں لگ گئی اور اندر ہی اندر سہم بھی گئی۔ یعنی اگر ذرا سی بھی کوئی گڑبڑ ہو گئی تو یہ لوگ اس پر صاف صاف الزام لگا دیں گے... پولیس اور پھر...

لان میں ایک طرف اونچائی پر ڈی۔ جے کا انتظام کیا گیا تھا۔ جیسے کلب میں ہوتا ہے... اندھیرا گہرا ہوا تو ٹوئنسٹ لائٹس نے اور Twist بڑھا دیا۔ انہوں نے ڈی جے ساؤنڈ چیک کیا جو خطرناک حد تک تیز تھا۔ نیلی پیلی' ہری' لال ٹوئنسٹ لائٹس حرکت کرنے لگیں۔ سب آنے لگے۔ انہوں نے میزوں پر پہلے سے ہی سوفٹ ڈرنکس رکھ دی تھیں۔ دو گھنٹے بعد انہیں کھانے کی چیزیں رکھنی تھیں۔

ایک گھنٹہ گزر گیا... دوسرا بھی گزر گیا... ان سب نے مل کر میزوں پر کھانے کی اشیا رکھ دیں... ڈی جے نسبتاً ہلکی آواز میں میوزک کے ساتھ تجربات کرتا رہا۔ جو امرحہ کو کافی پسند آئے... وہ گلاسوں کی ٹرے رکھنے جا رہی تھی کہ ایرک نے اسے آواز دی... وہ اس کے قریب جا ہی رہی تھی کہ ایک زوردار دہشت ناک دھماکا ہوا۔ اتنا زوردار کہ کانوں کے پردے پھٹنے کے قریب ہو گئے... امرحہ بری طرح سے لڑھک کر گری... اسی دھماکے کے ساتھ شیشے ٹوٹنے کی آوازیں اور چند انسانی چیخوں کی آوازیں بھی آئیں۔ پورے ایک منٹ تک سناٹا رہا۔ امرحہ زندگی میں کبھی اتنی خوف زدہ نہیں ہوئی تھی۔ جتنی اس دھماکے سے ہو گئی تھی۔ وہ بمشکل اٹھی اور آس پاس نظر دوڑانے کی کوشش کی... دوسرے لوگ بھی کچھ اٹھ چکے تھے۔ کچھ اٹھ رہے تھے۔ یہ ایک خوف ناک منظر تھا۔ اس لیے نہیں کہ وہاں دھماکا ہوا تھا۔ بلکہ اس لیے کہ وہ سب اسے گھور رہے تھے۔ اس نے جینز پر لمبی قمیص پہن رکھی تھی اور ایرک نے ہی کہا تھا کہ سر ڈھانپ کر کام کرنا ہے تو اس نے اسکارف کو سر پر اچھی طرح سے اوڑھ لیا تھا۔

امرحہ کو پہلے یہ صرف اپنا وہم لگا کہ وہ سب ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہے ہیں۔ پھر اس نے ذرا گردن گھمائی تو... وہم لگنے والا خیال سو فیصدی خوف میں بدل گیا۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ پر جمے اسے دیکھ رہے تھے... گھور رہے تھے۔

ان میں سے ایک نے کپکپاتے ہونٹوں کے ساتھ انگلی اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کیا۔ "یو... یو ڈڈ اٹ (تم نے کیا ہے یہ...)"

اس اتنی سی بات سے جیسے کسی نے اس کے سر پر دوسرا دھماکہ کیا۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کے ذہن میں نائن الیون' لندن ٹرین دھماکے' اخبارات' ٹی وی چینلز کی سب ہی خبریں... ڈاکومنٹریز... گڈمڈ ہو کر چکرانے لگیں... دہشت گرد... یو ڈڈ اٹ... دہشت گرد... یو... یو... اس کا سر چکرانے لگا... دہشت اس کے چہرے پر نظر آنے لگی۔

"نہیں... مجھے نہیں معلوم..." وہ اٹک اٹک کر ہونٹ ہلانے لگی۔ آواز اس کے ہونٹوں سے نکل ہی نہیں رہی تھی... اسے لگ رہا تھا کہ وہ ساری زندگی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

بول ہی نہیں سکے گی اور ٹھیک اسی دوران ایک اور دھماکا ہوا۔۔۔ ویسا ہی زوردار۔۔۔ ان سب نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔۔۔ وہاں موجود بہت ساری چیزیں گریں۔۔۔ شیشے کے چھوٹے ٹکڑوں کی ایک بوچھاڑ آندھی کی طرح آئی۔ پیچھے کھڑے بہت سے لڑکے لڑکیاں گر گئے اور کراہنے لگے۔۔۔ اس طرف کافی اندھیرا تھا۔۔۔ لیکن ان کی چیخیں اور کراہیں سنی جاسکتی تھیں۔ اس بار امرحہ گری نہیں کھڑی ہی رہی اور کافی دہشت ناک انداز لیے کھڑی رہی۔ ایک دم سے فضا میں پولیس سائرن اور فائر بریگیڈ سائرن کی آوازیں گونجیں۔۔۔ پیچھے کہیں سے زوردار آگ کے بھڑک اٹھنے کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔

"اس نے ایک بم اپنے ساتھ بھی باندھ رکھا ہے۔" کسی ایک نے چلا کر اس کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ سب سہم کر دور دور ہونے لگے۔

اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ سب۔۔۔ یہ سب ایسے ہی ہورہا ہے جیسے اسے نظر آرہا ہے۔ پولیس سائرن کی آواز قریب آتی جارہی تھی۔ اس کی نحوست کہ مانچسٹر میں ایک اسٹوڈنٹ پارٹی میں دھماکے ہوگئے۔۔۔ اور اس جگہ امرحہ موجود تھی۔۔۔ کھڑے کھڑے اس نے کل کے اخبارات میں اپنی تصویر دیکھ لی۔۔۔ ٹی وی کی رپورٹنگ کا اندازہ کرلیا۔۔۔ عدالت میں خود پر کیس چلتے دیکھ لیا۔۔۔ اس کے حق میں چند ہزار مسلم ریلی نکال رہے ہیں اور عدالت اپنا فیصلہ سنا رہی ہے۔ اس کے گھر والے اسے لعنت ملامت کررہے ہیں۔۔۔ اور معصوم ہوتے ہوئے بھی اسے یورپین میڈیا دہشت گرد ثابت کررہا ہے۔ اس کی پڑھائی کا کیا ہوگا۔۔۔ اس کا کیا ہوگا۔۔۔ وہ تو مرجائے گی اور ٹھیک اسی دوران ایک اور دھماکا ہوا اور وہ حلق کے بل چلانے لگی۔۔۔ پاگلوں کی طرح۔۔۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔ کچھ نہیں کیا۔" ایک سیکنڈ میں وہ یہ بات بیس بار کہہ گئی، ساتھ چلاتی رہی۔۔۔ چار، پانچ سو اسٹوڈنٹس کا گروپ ادھر ادھر پھیلا اسے دیکھتا رہا۔

"سن رہے ہو تم۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔" وہ پوری قوت سے چلائی۔۔۔ اپنی ساری ہمت جمع کرکے پورا زور لگا کر۔ وہ سب ویسے ہی کھڑے رہے۔ جیسے کوئی اسٹیج شو کھڑے ہوکر دیکھ رہے ہوں۔

"تم۔۔۔ تمہارا میڈیا۔۔۔ تمہارے ٹی وی چینلز۔۔۔ اخبارات۔۔۔ جھوٹ بولتے ہیں۔۔۔ پاگل ہو تم سب۔۔۔ پاگل بناتے ہو۔۔۔ دنیا کو۔۔۔ ہم دہشت گرد ہیں یا تم۔۔۔ ہم نہیں تم ہو۔۔۔ تم نے دنیا میں فرسٹریشن کو بڑھایا ہے۔۔۔ تم ہو خرابی کی جڑ۔۔۔ اتنی بے وقوف نہیں ہوں میں کہ تم مجھ پر الزام لگا کر مجھے اندر کروادو۔۔۔ میں تم سب کو مار ڈالوں گی۔ دہشت گرد نہیں ہوں میں۔۔۔ نہیں ہوں۔"

پھر ایک دم سبزے پر بیٹھ کر وہ اونچی اونچی آواز سے رونے لگی۔۔۔ اور اونچی۔۔۔ اور اونچی۔۔۔ پولیس اور فائر بریگیڈ سائرن بند ہوگئے۔۔۔ پارٹی میں اب صرف اس کے رونے کی آواز ہی آرہی تھی۔ وہ سب جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہ گئے۔ اب وہ ایسے کھڑے تھے جیسے ہارر موووی دیکھ رہے تھے۔

"یہ سب تمہارے ساتھ پریکٹیکل جوک (عملی مذاق) کررہے تھے۔"

آواز کچھ جانی پہچانی تھی۔ اس نے جھٹکے سے گردن اٹھا کر آواز کی سمت دیکھا۔ اس سے ذرا سا دور اندھیرے میں ایک کرسی پر عالیان بیٹھا کاک ٹیل سے لطف اندوز ہورہا تھا۔ اس نے یہ بات اتنے سکون سے کی جیسے وہ خاموشی سے بیٹھا اوپیرا دیکھتا رہا ہو۔

"پریکٹیکل جوک۔۔۔" وہ کئی لحظے سناٹے۔۔۔ میں ہی رہی پھر اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس حد تک کوئی عملی مذاق بھی کیا جاسکتا ہے۔

"تیسرے دھماکے کے بعد انہوں نے تمہیں خود ہی بتادینا تھا۔ یہ سب سینئرز ہیں اور جونیئرز کے۔"

"شٹ اپ۔۔۔" اس نے دھاڑ کر انگلی اٹھا کر عالیان سے کہا۔ پھر وہی انگلی لہرا کر اس نے وہی شٹ اپ پوری قوت سے چلا کر ان سب سے کہا۔

"تم لوگ۔۔۔ انگریز۔۔۔ گورے۔۔۔ دنیا پر حکمرانی

کرنے والے۔۔۔ جو جی میں آئے کرنے والے۔۔۔ ہمیں غلام سمجھ رکھا ہے۔ جب جی میں آیا مذاق بنالیا ہمارا۔ جب جی میں آیا غلام بنالیا۔ کیا سمجھ رکھا ہے ہمیں۔۔۔ پہلے ہمارے ملک میں آئے۔ ہم پر راج کیا۔۔۔ ہماری تذلیل کرتے رہے اور اب ہمیں دہشت گرد بنا رہے ہو۔ ہم سے حسد کرتے ہو کہ ہم زندگی میں آگے نہ نکل جائیں۔۔۔ تم سب سے آگے نہ نکل جائیں۔"

گالی اور گنتی کے لیے ہر انسان اپنی مادری زبان استعمال کرتا ہے کہ مصداق وہ روانی سے چیخ چلا کر اردو میں ان پر برس رہی تھی۔ عالیان ساتھ ساتھ انگریزی میں ترجمہ کرتا جارہا تھا۔

"تم انگریز۔۔۔ گورے۔۔۔ ہمارے ملک میں آئے۔۔۔ ہم نے تمہاری میزبانی کی۔۔۔ تمہیں بادشاہ بنایا۔۔۔ جاتے ہوئے تمہیں کوہ نور تحفے میں دیا۔" عالیان اپنی مرضی کا ترجمہ کررہا تھا۔ اسے اور بھڑکا رہا تھا۔ امرحہ کے پاس عالیان سے نمٹنے کا وقت نہیں تھا۔

"تم لوگ خود کو سمجھتے کیا ہو؟ کیا سمجھتے ہو تم خود کو ہاں؟ بہت بڑی توپ قوم ہو تم؟ تم نیک۔۔۔ شریف۔۔۔ پڑھے لکھے۔۔۔ اور ہم جاہل۔۔۔ گنوار۔۔۔ دہشت گرد۔۔۔ مسلمان دہشت گرد نہیں ہے۔۔۔ تم اور تمہاری گندی سیاست نے مل کر اسے دہشت گرد بنادیا ہے۔۔۔ ایک نومولود بچہ بھی دہشت گرد ہے۔ اگر وہ مسلمان ہے تو۔۔۔"

امرحہ کا غصہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔۔۔ اس کے اس جلال کے عالم میں کسی میں اتنی ہمت نہ ہوئی کہ کچھ بول سکے۔۔۔ یا اس کے قریب آسکے۔ عالیان خاموش ہوگیا۔ اس نے کوئی ترجمہ نہ کیا۔

"ٹرانسلیشن پلیز۔۔۔" کسی کونے سے آواز آئی۔

"جوک کرنے کے لیے تمہیں یہی جوک ملا تھا؟ خود تم نے گوانتاموبے میں کیا کیا؟"

"وہ امریکی تھے۔" عالیان بولا۔

"وہ ظالم تھے۔۔۔ اور ظالم کسی قوم سے نہیں ہوتا اور یہ سب بھی ظالم ہیں۔" اس نے ہاتھ لہرا کر کہا۔

آنسوؤں کا دریا اس کی آنکھوں سے بہنے لگا۔

"ٹرانسلیشن پلیز۔۔۔" آواز پھر آئی۔ امرحہ نے ایک قہر آلود نظر سب پر ڈالی اور اس بار انگلش میں بولی۔

"اس مذاق سے اگر میرا ہارٹ فیل ہوجاتا۔۔۔ اگر میں مرجاتی۔۔۔ اتنا گھٹیا مذاق۔۔۔ تم لوگ اتنے ظالم ہو کہ مذاق بھی ایسا ظالمانہ سوچا۔۔۔ تف ہے تم پر۔۔۔ کتنے چھوٹے ہو تم سب۔۔۔ اتنی بڑی یونیورسٹی میں پڑھتے اور یہ سب سیکھتے ہو۔۔۔ گندے ہو تم۔۔۔ جاہل۔۔۔ تم نے میری بے عزتی کی ہے۔۔۔ مرجاؤ سب کے سب تم۔۔۔ اتنے پونڈز تم نے دھماکوں پر لگا دیے اگر وہی پونڈز تم۔۔۔"

"کوئی پونڈ نہیں لگا۔۔۔ وہ تو ایسے ہوئے ہیں۔" ڈی جے نے ایک بٹن دبایا اور ایک اور دھماکا ہوا، یعنی وہ ساؤنڈ چھوڑ رہا تھا۔ اللہ انہیں نظر بد سے بچائے کس قدر ٹیلنٹڈ تھے۔

"وہ سب۔۔۔ جو شیشے کی کرچیاں اڑ کر آئی تھیں۔ وہ ہارڈ کرسٹل شیٹ کی تھیں۔۔۔" امرحہ نے شدید غصے میں اپنے قریب ہی گرا ہوا ایک گلاس اٹھا کر اوپر ڈی جے کی طرف اچھالا۔

"انگلیاں ٹوٹ جائیں تمہاری بہرے ہوجاؤ تم۔"

"ریلیکس۔۔۔ کافی ہوگیا۔۔۔ چلو اب بس کرو۔" عالیان نے نرمی سے کہا۔ اسے اور غصہ آیا۔

"بکواس بند رکھو اپنی۔" اس کی آواز ڈی جے کے کیے دھماکے سے زیادہ دھماکا انگیز تھی اس بار۔۔۔ اس نے ایک نظر پھر سب پر ڈالی بے عزتی کے احساس سے اس کا سارا وجود جھلنے لگا اور جیسا کہ یہاں آنے سے پہلے وہ دھاڑیں مار مار کر روتی ہی رہی تھی۔ تو وہ سب ہی دھاڑیں اس کے اندر پھر سے جاگ اٹھیں۔۔۔ وہ گھاس پر بیٹھ کر گھٹنوں میں منہ چھپا کر ان سب دھاڑوں کو آواز میں جگا کر رونے لگی۔ سب نے دور سے ہی اس کے گرد گھیرا سا بنالیا۔ کسی میں اب اتنی جرات نہیں تھی کہ شیرنی بنی امرحہ کے پاس آئے اور اسے چپ ہی کروائے۔ عملی مذاق تھا اور کچھ زیادہ ہی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

عملی ہوگیا تھا۔ اب وہ رو رہی تھی اور وہ سب شرمندہ شرمندہ اسے سن رہے تھے۔ عالیان اٹھا اور چل کر اس کے قریب آکر بیٹھ گیا۔

"مذاق کچھ زیادہ ہی ہوگیا نا۔۔۔ ان کی غلطی ہے۔ انہیں معاف کردو۔" وہ بدستور ہچکیاں لیتی رہی۔

"پلیز۔۔۔ انہیں معاف کردو۔۔۔ پلیز۔۔۔"

اس نے سالوں تڑپ تڑپ کر چھپ چھپ کر روتی رہی، آنکھوں کو اٹھا کر عالیان کو دیکھا۔۔۔ عالیان وہیں کا وہیں رہ گیا۔۔۔ اس نے اپنی زندگی میں دو آنکھوں میں، اتنی تڑپ، تکلیف، دکھ اور غصہ سمٹا ہوا نہیں دیکھا تھا۔ اس نے سیاہ مشرقی آنکھیں دیکھی تھیں۔ ان مشرقی آنکھوں میں طیش و شکوے کے ایسے بادل نہیں دیکھے تھے۔ وہ اسے شکایت سے دیکھ رہی تھی کہ اردو بولنے والا، نام سے مسلمان لگنے والا وہ بھی ان کے ساتھ شامل تھا۔

عالیان چپ کا چپ ہی رہ گیا۔ اس کی بھوری آنکھوں نے اس سے بھرپور شکایت کی۔ اسے انہیں ان دو سیاہ آنکھوں کے اتنے قریب نہیں لے جانا چاہیے تھا۔ اب اگر وہ ایسا کرچکا تھا تو اس کا انجام اسے ہی بھگتنا تھا۔۔۔ اکیلے۔۔۔

عشق مجازی کا اگر کوئی لاؤ کا نام ہوتا تو محبوب کی آنکھ کا طیش ہوتا اور اگر روتی ہوئی اندھیری آنکھوں کا کوئی لاؤ کا نام ہوتا تو وہ امرحہ ہوتا۔

عالیان کو یہ یاد کرنے میں دقت ہوئی کہ وہ کہاں بیٹھا ہے۔ اس سے بھی زیادہ دشواری اسے اپنی آنکھوں کو آنسوؤں کے پانیوں میں غرق ان آنکھوں سے ہٹانے میں ہوئی۔۔۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اور دو قدم پیچھے کو چلا اور پھر سے بھاگ پڑنے جیسے انداز سے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ ماسٹر پالی کلارنٹ پر بسنت بہار بجا رہے تھے۔

✡ ✡ ✡

اگلے دن وہ سب باری باری گھر آتے رہے اور دروازے کے پاس ہی پھول رکھتے گئے۔ رات اس نے ان کا سوری قبول نہیں کیا تھا۔ ڈر کے مارے وہ اندر نہیں آرہے تھے۔ وہ کھڑکی میں بیٹھی سب کا تماشا دیکھتی رہی۔ سب سے بڑا گلدستہ ڈیرک کی طرف سے تھا، یہ وہی تھا۔ جس نے امرحہ کا انتخاب کیا تھا۔ اس ڈرامے کے لیے۔۔۔ پھر اسے ایک لمبا چارٹ ملا جس پر ان سب کے دستخط تھے اور چارٹ پر ایک روتا ہوا موٹے موٹے آنسو والا سوری لکھا تھا۔ چارٹ کے ساتھ ہی وہ ویڈیو بھی بھیجی گئی تھی جو کل رات بنائی گئی تھی۔ اس نے وہ ویڈیو دیکھی اور اپنی ہنسی کو کنٹرول کرنے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔۔۔ واقعی۔ وہ ایک مکمل عملی مذاق تھا۔ ان سب کے تاثرات کمال تھے۔ اس نے وہ ویڈیو لیڈی مہر اور سادھنا کو بھی دکھائی۔۔۔ وہ لوٹ پوٹ ہوتی بار بار ویڈیو کو چلا کر دیکھتی رہیں۔

بعد میں اسے معلوم ہوا کہ کام کرنے کے لیے جتنے بھی لوگوں کا گروپ وہاں موجود تھا۔ ان سب کے ساتھ کچھ نہ کچھ کیا جاتا تھا۔ وہاں موجود سب ہی اسٹوڈنٹس مانچسٹر یونیورسٹی میں پچھلے چار سال سے پڑھ رہے تھے اور یہ ایک روایت ہی تھی کہ وہ ہر سال کچھ نہ کچھ کرتے، لیکن امرحہ کے ساتھ مذاق کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہوگیا۔

اس واقعے سے اتنا ہوا کہ وہ یونیورسٹی میں کافی مقبول ہوگئی۔ اس کے کافی سے زیادہ دوست بن گئے۔ جو اسے دیکھ لیتا رک کر اس کا حال احوال ضرور پوچھتا۔۔۔ اسے کافی۔۔۔ لنچ کے لیے بلاتے۔۔۔ کوئی نہ کوئی اس کی مدد کے لیے تیار رہتا۔۔۔ جو اسٹوڈنٹس مانچسٹر کے ہی رہنے والے تھے۔ وہ اسے اپنے گھر شام کی چائے یا ویک اینڈ ڈنر پر مدعو کرتے۔۔۔ اس کے رونے دھونے کا ان سب فنکاروں پر ایسا اثر ہوا کہ اسے ننھی منی بچی کی طرح ٹریٹ کرتے کہ بے بی چاکلیٹ کھالو۔۔۔ آئس کریم کھالو۔۔۔ اچھا یہ لو باربی۔۔۔ چلو دو لے لو۔۔۔ بس رونا نہیں۔

ایک وسیع حلقہ اسے جاننے لگا۔ وہ جس سے چاہتی پڑھنے میں مدد لے لیتی۔ اسی دوران شٹل کاک میں ایک روسی ویرا اور ایک جاپانی این اون (Eun

En) آگئی۔ جاپانی تو بہت خاموش طبع تھی۔ سال میں ایک بار بولنے والوں جیسی تھی۔۔۔ اس نے لیڈی مہر کو کہانی سنائی پر لیڈی مہر نے اسے خود ہی روک دیا کہ وہ بس چپ چاپ گھر میں رہتی رہے۔ البتہ ویرا نے اپنے شہر سوچی میں ہونے والی بائیسویں سرمائی اولمپکس کی وہ وہ کہانیاں سنائیں کہ خود امرحہ کا جی چاہا کہ کاش وہ کوئی ایتھلیٹ ہوتی۔۔۔ کاش فارغ اوقات میں ویرا مانچسٹر کی سڑکوں پر دکھائی دیتی۔ اس کا قد چھ فٹ دو انچ تھا۔ بال کمر سے بہت نیچے تک لمبے تھے یا سائیکلنگ کرتی یا اسکیٹنگ۔۔۔ جب وہ یہ دونوں کام کرتی تو لگتا کہ کوئی پری بناروں کے سڑکوں پر نیچی پرواز پر اڑ رہی ہے۔ اس کے بال جو اونچی پونی کی صورت میں بندھے ہوتے لہراتے اڑتے۔۔۔ ایک بار ویرا نے اسے اسکیٹنگ شوز پہنا دیے اور امرحہ منہ کے بل سڑک پر گری، ناک کی ہڈی اتنی بچ گئی کہ بس سرجری کی ضرورت نہ رہی۔ باقی ساری کسر پوری ہوگئی۔۔۔ امرحہ کا بس کا کرایہ بھی بچا، وہ ویرا کے ساتھ ہی اس کی سائیکل پر بیٹھ کر یونیورسٹی چلی جاتی۔۔۔ لیکن ویرا کے ساتھ سائیکل پر بیٹھنا بھی اتنا ہی مشکل تھا جتنا رولر کوسٹر پر بیٹھنا دل گردے کا کام تھا۔ کرایہ بچانے کے لیے وہ اپنے دل گردے روز مضبوط کرتی۔۔۔ وہ سائیکل پر ہزار، ہزار کرتب دکھاتی ہوئی جاتی۔ ویرا کچھ اخبارات کے لیے کالم لکھتی تھی۔ اس لیے اسے نوکری کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے شٹل کاک ہاؤس میں چھوٹے موٹے مرمت کے کام آسانی سے کردیے تھے۔ جس کی اسے لیڈی مہر نے اجرت بھی دی۔ اس کا سر نہ میں ہلاتے امرحہ نے کم ہی دیکھا تھا۔ اسے جیسے سب ہی کام کرنے آتے تھے۔

ڈیرک کی مدد سے اسے جوتوں کے ایک اسٹور میں کام مل گیا۔ اس کا کام بل بنانا تھا بس۔۔۔ کافی آرام دہ کام تھا اور اس کی ہفتہ وار تنخواہ بھی اچھی تھی۔ ہفتے میں ایک بار وہ کیفے ضرور جاتی اور اپنے سابقہ باس سے کافی کے ساتھ ساتھ ہلکی پھلکی بات چیت کرکے آتی۔

اب تو دادی اور اماں بھی اس سے بات کرتے آب دیدہ ہوجاتی تھیں۔ اسے حیرت ہوئی۔ اس نے پہلی بار دادی کو اپنے لیے آنسو صاف کرتے دیکھا۔ حماد اور علی اسے کافی تمیز سے مخاطب کرتے۔ دانیہ اسے خاندان میں ہونے والی تقریبات کی ویڈیوز بھیجتی رہتی جس میں اسے تو دلچسپی نہیں تھی۔ البتہ سادھنا، لیڈی مہر اور ویرا کافی شوق سے ان ویڈیوز کو دیکھتیں۔

✡ ✡ ✡

ویسے تو موسم ابر آلود رہتا ہی تھا اور ہلکی پھلکی بارش بھی ہو ہی جاتی تھی۔ لیکن اس دن ہلکی لیکن مسلسل بارش ہورہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ ویرا کو کسی اخبار کے دفتر جانا تھا۔ اس لیے وہ اکیلی ہی آکسفورڈ سڑک پر واک کرتی ست روی سے چلتی رہی۔ اسے قطعاً جانے کی جلدی نہیں تھی۔ وہ موسم سے لطف اندوز ہورہی تھی۔ گیلی گیلی عمارتیں۔۔۔ نم نم منظر اسے اچھا لگ رہا تھا اور بھلے سے وہاں کے مقامی اس موسم سے عاجز آچکے ہوں پر غیر ملکی خاص کر گرم ملکوں کے باشندوں کی جان تھی اس موسم میں۔۔۔ اس نے گہرے گلابی رنگ کے ویرا کے اسٹول کو گردن میں دو بل دے رکھے تھے۔ انہیں کھول کر اس نے سر پر اوڑھ لیا۔ پھر اس نے واپس گردن میں بل ہی دے دیے۔ بارش کی ہلکی ہلکی پھوار سر پر پڑتی اچھی لگ رہی تھی۔ ایک دم سے پیچھے سے ایک نیلی چھتری جس پر گل لالہ کے پھول بکھرے تھے۔ اس کے سر کے اوپر تن گئی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ پھر چھتری پکڑنے والے ہاتھ کو۔۔۔ وہاں عالیان کھڑا تھا۔

"تمہیں اپنی ٹوئیٹ واپس نہیں چاہیے۔ آج میں تمہیں برگر بھی کھلا سکتا ہوں اور کافی بھی۔۔۔"

"اتنی پرانی بات۔۔۔ انہیں اب نہیں چاہیے۔"

"کیوں۔۔۔ اب کیوں نہیں چاہیے؟" چھتری بدستور وہ اس کے اوپر رکھے ہوا تھا۔۔۔ خود وہ بھیگ رہا تھا۔

"تم سے نہیں چاہیے۔۔۔ تم بہت بدتمیز ہو۔"

"میں نے تم سے کب بدتمیزی کی؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کب نہیں کی۔۔۔ ویسے تم مجھ سے اتنی نرمی سے کیوں بات کر رہے ہو؟"

"مجھے خود نہیں پتا چل رہا۔۔۔ میرا دماغ کھسکتا ہی جا رہا ہے۔"

"علاج کے لیے پیسے نہیں ہیں تمہارے پاس؟ ایسا کرو علاج کی بھی ٹویٹ لے لو۔"

"علاج تو میں کروالوں۔۔۔ لیکن اس بیماری کا کوئی ڈاکٹر نہیں ہے۔"

"ایک یونیورسٹی اسٹوڈنٹ کے ساتھ تم ایسی اونگی بونگی باتیں کیسے کر سکتے ہو؟"

"اور یہ یونیورسٹی اسٹوڈنٹ بھی تو سب اونگا بونگا کرتی ہے۔"

"سب کیا۔۔۔؟"

"سب مطلب سب۔۔۔" وہ ہلکے سے مسکرایا اور یہ کرتے وہ ایسا لگا کہ امرحہ نے سوچا۔

"کیا اس نے خدا سے الگ سے اپائنٹمنٹ لی تھی۔"

امرحہ نے ایک چاکلیٹ نکال کر اسے دی۔ "یہ کھاؤ، تمہاری کیلوریز تیزی سے کم ہو رہی ہیں۔"

"تمہیں ڈراپ کر دوں۔" وہ چاکلیٹ لے کر کھانے لگا۔

"تمہارے پاس گاڑی ہے؟"

"نہ۔۔۔ سائیکل۔۔۔"

"میں ویرا کے علاوہ کسی کے ساتھ نہیں بیٹھتی۔"

"میں گراؤں گا نہیں۔"

"پر میں تمہیں ضرور گرادوں گی۔۔۔ بھاگ جاؤ، میرا سر نہ کھاؤ۔"

"یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا۔"

"خاص تمہارے لیے۔"

"میرے لیے کچھ خاص۔۔۔ واؤ۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ تم نے سینما دیکھے ہیں یہاں کے؟" اس کے بھورے سر پر بارش کے قطرے لکن میٹی کھیل رہے تھے۔

"ہاں! ویرا کے ساتھ گئی تھی۔"

"اس نے یقیناً" تمہیں ہنگر گیمز دکھائی ہوگی۔ اس کا ماننا ہے کہ وہ جینیفر سے مشابہہ ہے۔"

"لیکن وہ جینیفر سے زیادہ خوب صورت ہے۔"

"میں تمہاری کلاس فیلو جینیفر کی بات نہیں کر رہا۔ ویسے میں تمہیں ایک اچھی انڈین مووی دکھا سکتا ہوں۔"

"میں انڈین مویز نہیں دیکھتی۔"

"پاکستانی۔۔۔؟"

"وہ تین، چار ہی ہیں۔۔۔ میں پاکستان سے دیکھ کر آئی ہوں۔"

"بنگالی۔۔۔؟"

"مجھے بنگالی نہیں آتی۔"

"ایرانی۔۔۔ افغانی، تاجکستانی، ترکمانی، عراقی، مصری اور ہاں انی میٹڈ۔ کیا تم نے کبھی سینما میں Animated فلم دیکھی ہے؟"

"نہیں۔"

"کیا تم نے Ratatouille دیکھی ہے؟ دیکھو اگر تم نے اتنی عظیم فلم نہیں دیکھی تو میں تمہیں پہلے اس کی کہانی سنا سکتا ہوں۔ دیکھنا خود تمہارا دل چاہے گا کہ تم فلم دیکھو۔۔۔ یہ ایک قابل ذکر چوہے اور اس کے محسن کی کہانی ہے۔ چوہا جس کے ہاتھ میں کمال کا ذائقہ ہوتا ہے اور وہ دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے شیف سے زیادہ اچھا اور لذیذ کھانا بنا سکتا ہے۔ ایسا کھانا جس کی کھانے والے کو نظیر نہیں ملتی اور ایسی ترکیب اور سلیقے سے۔۔۔"

"چوہا شیف ہوتا ہے؟ مطلب جو کھانا بناتا ہے؟"

"ہاں۔۔۔ تم غلط سمجھ رہی ہو۔۔۔ وہ کھانا بنانے سے پہلے ہاتھ دھوتا ہے۔۔۔ اس کے ہاتھ صاف ہوتے ہیں۔۔۔ بالکل تمہاری طرح۔۔۔"

"چوہا اور کھانا۔۔۔ آخ خ۔۔۔ خ۔۔۔" امرحہ نے سر کو زور، زور سے جھٹکا۔ "آخ خ۔۔۔ چوہا۔۔۔ اور میرے ہاتھوں جیسے صاف ہاتھ۔۔۔" عالیان نے چھاتے کو بند کیا۔ اس کا ہاتھ تھک چکا تھا اور چلتے چلتے وہ رک گیا اور اسے بھی روک لیا، اب بارش کے قطرے دونوں کے بالوں میں لک چھپ جا رہے تھے۔

"پھر کرنا۔"

"کیا۔۔۔؟"

"یہ جو ابھی کیا تھا۔"

"کیا کیا تھا؟"

"وہی جو چوہے کے نام پر کیا تھا۔"

"آخ۔۔۔ خ۔۔۔" امرحہ کو پھر سے چوہے کا خیال آگیا۔

"ایک بار پھر کرنا۔۔۔ پی۔۔۔ پی۔۔۔ پلیز۔"

"تم پاگل ہو، کیا کہہ رہے ہو۔"

"جب تم یہ آخ کرتی ہو تو تمہاری بھنویں اور آنکھیں بچکانہ سا رقص کرتی ہیں۔۔۔ اور تمہاری ناک۔۔۔ یہ دائیں بائیں لہرا کر اکساتی ہے کہ اسے پکڑ کر اس پر چٹکی بھری جائے۔"

"تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔" امرحہ کو لگا، وہ اس کی ناک کی چٹکی بھر لے گا۔

"اچھا تمہارا وقت بھی اب قیمتی ہو گیا ہے؟ اچھا چلو پھر فلم کے لیے پکا؟"

"اگر ویرا جانے کے لیے تیار ہو گئی؟"

"ویرا؟"

"ہاں۔۔۔ دادا نے کہا ہے، ہر جگہ اسے ساتھ لے کر جاؤں۔"

"دادا جی کو یہاں ساتھ لے آتیں وہ پھر بھی اچھا تھا۔"

"تم میرے دادا کا مذاق اڑا رہے ہو؟"

"چلو ویرا کو بھی لے آنا۔"

☼ ☼ ☼

اور وہ ویرا کو بھی لے گئی۔ ویرا تو جاتے ہی سو گئی۔۔۔ کیونکہ اسے خالص ایکشن فلمیں پسند تھیں جن میں ہر دو منٹ بعد ایک بم بلاسٹ ہو اور کم سے کم دو آدمی مر جائیں۔۔۔ اور ہیرو بس بڑی بڑی عمارتیں پھلانگتا رہے۔۔۔ اور کسی زمین پر کھڑا ہو ہی جائے تو چار اطراف فائر کھول دے۔

جب چوہے نے پہلی بار کھانا پکانا شروع کیا تو اس نے منہ ہی منہ میں کتنی ہی بار۔۔۔ آخ۔۔۔ آخ۔۔۔ کیا۔۔۔ پھر آہستہ آہستہ وہ دلچسپی سے فلم دیکھنے لگی۔۔۔ اور اختتام پر اس نے تالیاں بجائیں۔ اس نے اس قسم کی فلم پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ہیرو، ہیروئن کے لمبے جھمیلوں سے ہٹ کر۔۔۔ ایسی شان دار فلم۔۔۔ کمال ہو گیا۔

جب وہ ویرا کی سائیکل پر بیٹھ رہی تھی گھر جانے کے لیے تو عالیان نے بہت آہستگی سے اس سے فرمائش کی۔

"ایک بار کہہ دو۔۔۔ آخ۔۔۔ خ۔۔۔" اور وہ قہقہہ لگا کر ویرا کو مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھ گئی۔

وہ وہیں کھڑا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ کچھ لوگوں کا آنا جتنی خوشی دیتا ہے۔ ان لوگوں کا جانا اتنی ہی تکلیف دیتا ہے۔ وہ اس وقت ننھی منی سی اسی تکلیف سے گزر رہا تھا۔

وہ عالیان مارگریٹ جو جب سیٹی بجاتا۔۔۔ دونوں ٹانگوں کو ہوا میں اچھال کر ان کی تالی بجاتا جاتا ہے تو کم سے کم پچاس لوگ اسے مڑ کر دیکھنا ضرور پسند کرتے ہیں۔ اگر وہ غصے سے بھی کسی کو دیکھتا ہے تو بھی اس پر پیار ہی آتا ہے۔

☼ ☼ ☼

لیڈی مہر شادی کے دس سال تک بے اولاد رہیں۔۔۔ پھر جب دونوں نے بچہ گود لینے کا سوچا تو ان کے شوہر احمد حسین کا کار کے حادثے میں انتقال ہو گیا۔ احمد حسین دل کے سرجن ڈاکٹر تھے۔ وہ ایک کامیاب انسان تھے اور ایسے کامیاب نرم خو انسان کے چلے جانے کے بعد ان کی بیوی اتنی کامیابی سے زندگی نہ گزار سکیں۔ پہلے فالج سے ان کا آدھا حصہ مفلوج ہوا۔ وہ دو سال پرائیویٹ ہسپتال میں رہیں۔۔۔ میکے کے نام پر ان کے خاندان میں صرف ایک باپ تھے جو ان کی دو سالہ بیماری کے دوران چل بسے۔۔۔ احمد حسین کے تین بھائی تھے۔ لیکن وہ اس صورت مہر سے ملنا چاہتے تھے۔ اگر وہ احمد حسین کی جائیداد ان کے نام

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کردیتیں۔۔۔ ایک گھر اور میڈیسن کمپنی کے شیئرز۔۔۔

مہر بچہ گود لینا چاہتی تھیں۔ اب وہ بھی نہیں لے سکتی تھیں۔ ان کی حالت ہی ایسی نہیں تھی۔ وہ اپنے آپ کو نہیں سنبھال سکتی تھیں۔ بچے کو کیسے... اور اس حالت میں انہیں کوئی بھی ادارہ بچہ نہ دیتا۔ تو انہوں نے بچوں کو ان اداروں میں رکھ کر ہی پالنا شروع کردیا۔ ایک ادارہ تھا اور کڈز (ہمارے بچے) جو بچہ پالنے کے خواہش مند افراد کو ایک بچے سے ملوا دیتے اور پھر اس کے اخراجات کے پیسے لیتے رہتے اور اسے اپنے پاس رکھ کر ہی اس کی تعلیم و تربیت کرتے۔۔۔

مہر نے یہاں ایک نہیں پورے دس بچوں کو لے کر پالا۔۔۔ وہ کمپنی سے ملنے والے منافع میں سے اپنے اخراجات کے لیے رقم نکال کر باقی سب اس ادارے کو دے دیتیں۔ بچے مہینے میں ایک بار ان سے آکر مل جاتے۔ ایک پورا دن ان کے پاس گزار کر جاتے۔ مہر کو ماما کہتے۔۔۔

یہ مختلف قوم و نسل سے تعلق رکھنے والے بچے تھے اور سب مہر کو بہت پیارے تھے۔۔۔ کرسمس۔۔۔ نیا سال وہ مہر کے ساتھ گزارتے۔ ان میں سے ایک مسلمان تھا۔ وہ اپنی عید مہر کے گھر آکر کرتا۔ جیسے جیسے بچے بڑے ہوتے گئے وہ مہر کے پاس رات بھی رکنے لگے۔ وہ سب نہ صرف اپنے کام خود کرتے تھے بلکہ مہر کے بھی کئی کام کردیتے۔ مہر مہینے کے اس ایک دن اور رات کا انتظار کرتیں جب وہ سب ان کے پاس ہوتے۔

یہی بچے بالغ ہوتے ہی اپنے پیروں پر کھڑے ہوتے مختلف شہروں، ملکوں اور یونیورسٹیوں کی طرف بڑھتے گئے۔ کچھ شادی کرچکے تھے۔۔۔ کچھ نوکری کرتے تھے۔۔۔ کچھ ابھی بھی پڑھ رہے تھے۔ یہ سب دنیا کے کسی بھی کونے میں، کسی بھی حالت میں ہوتے مہر کو فون کرنا نہیں بھولتے تھے۔ لیڈی مہر ہمہ وقت ان کے فون سنتیں یا انہیں سالگرہ کے تحائف بھیج رہی ہوتیں۔۔۔ ان کی طرف سے بھیجے جانے والے فون میسجز یا کارڈز پڑھتی رہتیں۔ مہینے دو مہینے میں کوئی نہ کوئی ان سے ملنے آیا بھی ہوتا۔ جس کی آمد پر وہ ایسے خوش ہوتیں جیسے پاکستان میں مائیں اپنے بیٹوں کو سہرا باندھے دیکھ کر ہوتی ہیں۔

گاہے بگاہے یہ سب شٹل کاک آتے رہتے تھے۔ اسی لیے یہاں چار، پانچ سے زیادہ لوگوں کو پے انگ گیسٹ نہیں رکھا جاتا تھا۔ ایک، دو دن رہ کر وہ چلے جاتے۔ کوئی ڈاکٹر تھا، کوئی انجینئر، کوئی اپنا بزنس کررہا تھا۔ کوئی نرس تھی، کوئی اسٹوڈنٹ، لیکن یہاں آتے ہی وہ سب لیڈی مہر کے بچے بن جاتے۔ ان کے سارے کام خود کرنا پسند کرتے، انہیں کھانا کھلاتے، منہ دھلواتے، ہفتہ وار میڈیکل چیک اپ کے لیے لے کر جاتے، انہیں مختلف پارکوں میں لیے گھومتے رہتے اور رات کو انہیں کہانیاں سناتے، لیڈی مہران کے لیے مقدس ہستی جیسی تھیں۔

ان ہی میں سے ایک مورگن کیمبرج سے ایم فل کررہی تھی۔ وہ اپنے فرینڈ جوش کو بردکھوے کے لیے شٹل کاک لائی کہ اگر ماما ہاں کہتی ہیں تو وہ بھی جوش کو ہاں کہہ دے۔

"یہ گنجا کبوتر تمہیں واقعی۔ پسند ہے مورگن؟"

"اچھا انسان ہے ماما۔" مورگن مسکرائی۔

"کیا سوویت یونین کے برفیلے پہاڑوں میں کام کرتا رہا ہے۔ بہت ہی برفیلا سا ہے۔"

"اگلے سال جوش کی پی ایچ ڈی مکمل ہوجائے گی۔"

"مورگن! کسی ہیرو شیرو کو پسند کرتیں نا سنا ہے کیمبرج میں بہت سے فلم اسٹارز پڑھنے کے لیے آتے ہیں۔ میرا تو خواب ہی رہا کہ میرے کسی بچے کی کسی فلم اسٹار سے شادی ہو۔"

"تو میں جوش کو انکار کردوں ماما۔۔۔؟"

"تمہارے انکار سے تو یہ مرمرا جائے گا۔" انہوں نے بے چارے سے نظر آتے جوش کو دیکھا۔ جو ٹی وی پر ایک ڈاکومنٹری دیکھ رہا تھا، سادھنا اور امرحہ اسے ایسے دیکھ رہی تھیں کہ وہ بے چارہ بار بار پہلو بدل رہا تھا۔ دراصل دونوں جان بوجھ کر اسے حواس باختہ

کررہی تھیں۔

بس ایویں۔۔۔ خوامخواہ کا مشرقی شغل۔۔۔

"ہاں تھوڑا ڈر تو ہے۔" مورگن نے ماما کی تائید کی۔

"ٹھیک ہے ہاں کہہ دو پھر اسے۔۔۔ کب کروگی شادی۔۔۔؟ میں چاہتی ہوں تم بہار کی دلہن بنو۔۔۔ لیکن کرسمس کی چھٹیوں کے علاوہ تم کہاں فارغ ہوگی شادی کے لیے۔"

"نہیں۔۔۔ آپ کہہ رہی ہیں تو میں بہار ہی میں کروں گی۔"

"نہیں۔۔۔ کرسمس ٹھیک ہے۔۔۔ ہم کرسٹینا کو بہار کی دلہن بنادیں گے۔ آج کل میں بس وہ بھی آنے ہی والی ہے۔ ایسے ہی کسی نمونے کو لے کر۔"

امرحہ اور سادھنا نے بلند بانگ قہقہے چھوڑے نمونے کے نام پر۔ لیڈی مہر نے جوش کو رسٹ واچ دی تو بے چارہ نم نم سا ہوگیا۔ لیڈی مہر نے مورگن پر ایک خائف سی نظر ڈالی۔

"پھر سوچ لو مورگن۔۔۔ مجھے تو لگتا ہے ایک، دو بار رونے سے ہی یہ پگھل کر ختم ہوجائے گا۔"

اس بار دونوں اتنا ہنسیں کہ انہیں نشست گاہ سے باہر جانا پڑا۔

جس دن سادھنا کو معلوم ہوا کہ اس کے اکلوتے بیٹے کو ایسی خطرناک بیماری ہوگئی ہے تو دونوں میاں، بیوی کئی دن اور راتوں تک روتے رہے۔ اس کا شوہر ایک کمپنی میں چند ہزار پر ملازم تھا۔ وہ اتنی بڑی بیماری کا علاج کیسے کرواسکتے تھے۔ حیدر آباد میں ایک چھوٹا سا گھر ان کا اپنا تھا۔ لیکن اسے بیچ کر بھی ان کے بیٹے کا علاج نہیں ہوسکتا تھا۔ کسی نے انہیں مشورہ دیا کہ گھر کو بیچ کر سادھنا کا شوہر یورپ کی طرف نکل جائے اور وہاں کام کرے، انہوں نے گھر بیچ دیا، لیکن اس کے شوہر کو ویزا نہ ملا۔ ویزا ایجنٹ نے ہی بتایا کہ آدمی کی نسبت عورت کو ویزا ملنے کے چانسز زیادہ ہوتے ہیں تو سادھنا نے ویزے کے لیے اپلائی کیا اور اسے ویزا مل گیا۔ وہ یہاں ایشیائی گھرانوں میں کام کرتی تھی۔ پاکستانی، ہندوستانی، سعودی گھرانوں میں جاکر وہ گھریلو کام کرتی۔۔۔ گھریلو کام کے لیے ہر گھر ہفتے میں دو دن اسے بلاتا اور فی گھنٹہ کے حساب سے پیسے ملتے۔ لیڈی مہر کے گھر وہ پہلے کرائے دار تھی۔ پھر لیڈی مہر نے اس کے حوالے سارا گھر کردیا۔ وہ لیڈی مہر کو بھی دیکھتی اور گھر کو بھی۔۔۔ دو سالوں میں اس نے کافی کمایا تھا۔ سنگاپور کے ہسپتال میں آریان کے دو آپریشن ہوچکے تھے۔ ایک آخری آپریشن ہونا تھا۔ پھر تین، تین ماہ کے میڈیکل چیک اپ۔۔۔ ڈاکٹر بہت پرامید تھے۔ آریان کی صحت یابی کے لیے اور ڈاکٹرز سے زیادہ سادھنا خود تھی۔

جن گھروں میں وہ جاتی تھی، وہ سب آریان کے لیے الگ سے پیسے دیتے تھے۔ لیڈی مہر بھی ہر آپریشن کے لیے ایک بڑی رقم دیتی تھیں۔

"آپ بہت بہادر ہیں۔" امرحہ کو جس دن ساری کہانی معلوم ہوئی اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

"ہاں۔ میں بہادر ہوں، اسی لیے اللہ نے میرا انتخاب کیا کہ میں اس مشکل کو آسان کردوں۔ مجھے اپنے منتخب کیے جانے پر خوشی ہے۔"

"آپ کا بیٹا بہت بڑا انسان بنے گا۔"

"میں اسے بڑا ڈاکٹر بناؤں گی اور اچھا ہی ہوا کہ وہ اس تکلیف سے گزر رہا ہے۔ اس طرح اسے یاد رہے گا کہ تکلیف سے گزرنے والوں کی اس نے کیسے مدد کرنی ہے اور ان سے غفلت نہیں برتنی۔۔۔ قدرت کے ہر اقدام میں ایک گہرا راز ہوتا ہے۔ میں کچھ سمجھ رہی ہوں اس راز کو۔۔۔ کچھ سمجھ جاؤں گی۔"

"اگلا آپریشن کب ہے آریان کا؟"

"چھ ماہ بعد۔۔۔ اس سے زیادہ وقت میں بھی ہوسکتا ہے۔" سادھنا نے اطمینان سے کہا۔

امرحہ بہت متاثر تھی سادھنا سے۔ جب وہ پاکستان میں تھی تو خود کو دنیا کی دکھی اور مظلوم ترین لڑکی سمجھتی تھی۔ وہ رات کو پائن ایپل کی پلیٹ بھر کر کھاتی جاتی اور روتی جاتی۔ اسے لگتا، دنیا میں اس سے زیادہ مشکل اور مصیبت میں کوئی نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کٹھن میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کوئی نہیں رہ رہا۔ سب سے زیادہ تکلیفیں اسے ہی مل رہی ہیں۔ مل رہی ہیں۔ اگر انسان دنیا میں چل پھر کر دیکھے تو اسے خبر ہو کہ جس دکھ پر وہ ایسے واویلا مچاتا ہے' دہائی دیتا ہے' وہ تو کوئی دکھ ہے ہی نہیں۔ لوگ تو کیڑے پڑے زخموں کے ساتھ بھی گنگناتے ہیں۔۔۔ مسکراتے ہیں اور اصل میں وہی انسان بھی ہیں۔۔۔ جو سر کو آسمان کی طرف شکوے کے لیے نہیں شکر کے لیے اٹھاتے ہیں۔

☼ ☼ ☼

ایک گاہک شو اسٹور میں پچھلے ایک گھنٹے سے گھوم پھر رہا تھا۔ لیکن کوئی جوتا اسے پسند نہیں آ رہا تھا۔ ہر بار وہ کاؤنٹر کا چکر لگا کر ذرا آگے نکل جاتا اور پھر سے گھوم کر کاؤنٹر کے پاس آ جاتا۔ امرحہ گو بہت مصروف تھی۔ لیکن اسے دیکھ بھی رہی تھی۔

"میں تمہیں یہ بتا دوں کہ یہاں اس اسٹور میں جوتوں کی ٹوئیٹ نہیں ملتی۔" امرحہ اس کے پاس آئی۔

"اچھا۔۔۔ تم نے انہیں سکھایا نہیں ٹوئیٹ لینا اور دینا۔"

"تمہیں کیا چاہیے۔۔۔ تمہیں کوئی جوتا پسند نہیں آ رہا؟"

"جو اچھا ہے وہ مہنگا ہے' جو مہنگا نہیں۔ وہ اچھا نہیں۔"

"مجھے نہیں لگتا کہ تم یہاں کسی خریداری کے موڈ میں آئے ہو۔"

"ہاں۔ کچھ کچھ ایسا ہی ہے۔"

"اچھا دیکھو' ہمارے اسٹور روم میں کچھ نقص والے جوتے رکھے ہیں۔ ہم ورکرز چاہیں تو انہیں لے سکتے ہیں۔ میں ان سے بات کرلیتی ہوں' تم میرے ساتھ آ کر اچھے والے لیکن سستے والے جوتے لے سکتے ہو۔"

"کتنی اچھی ہو تم۔۔۔ لیکن آج نہیں۔۔۔ شاید کل۔۔۔"

"پھر تم آج کیا کرنے آئے تھے یہاں۔"

"آج۔۔۔ پتا نہیں۔۔۔ میں پتا کر کے کل بتاؤں گا۔"

گھڑی کو دیکھتا وہ چلا گیا۔ جیسے مقصد پورا ہو گیا۔

شیشے کے پار سے امرحہ نے اسے جاتے دیکھا۔ وہ "ہاؤ ڈیپ ان لو" کی دھن سیٹی پر بجا رہا تھا اور ایسے چل رہا تھا جیسے راک اسٹار اپنا کامیاب شو کر کے گھر لوٹ رہا ہو۔

کل وہ پھر آ گیا۔۔۔ لیکن جوتے لے کر پھر بھی نہیں گیا۔۔۔ جب وہ اسے اسٹور روم میں لے گئی اور اس نے اس کا وہاں کافی وقت لے لیا تو عین وقت پر اسے یاد آیا کہ اس کے پاس تو کافی اچھی حالت میں دو' تین اچھے جوڑے جوتوں کے ہیں' پھر وہ نئے کیوں لے۔

"پھر تم یہاں آئے کیوں؟" وہ زچ ہو گئی۔

"پتا نہیں۔۔۔ بس کبھی کبھی میری یادداشت ایسے ہی چلی جاتی ہے۔ جب یادداشت گئی تو میں آ گیا۔ اب واپس آ گئی ہے تو مجھے جانا ہو گا۔"

"پاکستان میں ہم تم جیسے لوگوں کو باؤلا کہتے ہیں۔"

"باؤل۔۔۔ آ۔۔۔؟"

"ہاں باؤل۔۔۔ آ۔۔۔ چلو جاؤ اب۔ کتنا وقت ضائع کیا میرا۔"

جاتے جاتے وہ پھر رک سا گیا۔ "میرا خیال ہے اگر میں ایک جوڑا جوتا لے ہی لوں گا تو قومی اسمبلی میں اسے یقیناً" زیر بحث نہیں لایا جائے گا۔" وہ پھر سے جوتے پہن پہن کر دیکھتا رہا۔

"ویسے مجھے یہ خیال بھی آ رہا ہے کہ ایک اسٹوڈنٹ کو اتنا شاہ خرچ نہیں ہونا چاہیے۔۔۔ اوہاں یاد آیا۔۔۔ میں نے سنا ہے کہ ایشیا میں لوگوں کے پاس اتنے کپڑے اور جوتے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اپنے کپڑے' جوتے دنیا بھر کے انسانوں میں تقسیم کرنے لگیں تو ہر ایک کو دو' دو جوتے اور کپڑے مل جائیں۔۔۔ کیا تمہارے پاس بھی اتنے ہی ہیں؟"

وہ گڑبڑا گئی۔ "پتا نہیں۔"

"یعنی اتنے ہی ہیں۔۔۔ ہر وقت تم لوگ کپڑوں اور ایسی چیزوں کے بارے میں سوچتے رہتے ہو اور پھر اصل باتوں پر سوچنے کے لیے دماغ میں اور جگہ ہی

نہیں رہتی۔"

"میرے دماغ میں بھی اور جگہ نہیں رہی' تمہاری اوٹ پٹانگ باتیں سن سن کر۔۔۔"

کندھے اچکا کر وہ چلا گیا۔۔۔ باہر بارش ہو رہی تھی اور سڑک کو پار کرتے فٹ پاتھ پر چلتے اس نے کم سے کم پانچ بار مڑ کر شیشے کے اس پار کاؤنٹر پر سر جھکائے کمپیوٹر میں بلز کی انٹری کرتے امرحہ کو دیکھا۔

اس بار اس نے سیٹی کی دھن بدل ڈالی۔ وہ ایک مشرقی دھن بجا رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

ڈیرک آرٹ کا اسٹوڈنٹ تھا اور اس نے ایک مقامی چینل کے لیے دو منٹ کی ڈاکومنٹری بنائی اور ڈبنگ کے لیے امرحہ کو بلایا۔ امرحہ جانتی تھی' وہ اب تک شرمندہ ہے۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ اس کی مدد کرتا ہے۔۔۔ دو منٹ کی ڈبنگ کے اسے اچھے خاصے پیسے مل گئے تھے اور کافی سے زیادہ معلومات بھی صرف ایک کیمرے کے ساتھ ڈیرک نے وہ ڈاکومنٹری بنائی تھی اور اچھے خاصے پیسے بنا لیے تھے۔ ڈیرک نے اسے اپنی پہلے سے بنائی گئی دوسری ڈاکومنٹریز بھی دکھائیں۔ اسے وہ سب اچھی لگیں' خاص کر ڈیرک کی کوشش اچھی لگی۔

چند دن سوچنے کے بعد اس نے ڈیرک سے مشورہ کیا۔ وہ مانچسٹر یونیورسٹی میں ایڈمیشن سے متعلق ایک تفصیلی ڈاکومنٹری بنوانا چاہتی تھی۔ تاکہ پاکستانی اسٹوڈنٹس کو اچھی طرح سے اپ ڈیٹ رکھا جائے۔ ڈیرک نے اسے بتایا کہ ڈاکومنٹری کے لیے بھی اسکرپٹ لکھا جاتا ہے۔ پہلے وہ اسکرپٹ لکھے۔ اس نے اپنے لکھے اسکرپٹ اسے دے دیے۔ تاکہ وہ ان سے سیکھ لے۔ انہیں کئی دن پڑھنے کے بعد اس نے پانچ منٹ کا اسکرپٹ لکھ لیا۔ ڈیرک نے کچھ بنیادی تبدیلیاں کیں اور انہوں نے ایڈمیشن سے متعلق ایک جامع ویڈیو بنالی۔۔۔ ڈیرک نے اس کی انگلش میں ڈبنگ کی اور امرحہ نے اردو میں۔۔۔ ویڈیو اس نے پاکستان کے چند ٹی وی چینلز کو بھیج دی اور جواب کا انتظار کرنے لگی۔

تھوڑا وقت لگا اور جواب آ گیا۔ وہ ویڈیو خریدنے کے لیے تیار تھے۔ پر وہ بہت ہی کم پیسے دے رہے تھے۔ اس نے سوچا کہ اسے کم پیسوں پر ہی دے دینی چاہیے' لیکن ڈیرک نے روک دیا۔

"کبھی فیصلوں میں اتنی جلدی نہیں کرتے۔ جلد بازی ایک بڑے نقصان کا باعث بے شک نہ بنے۔ لیکن بڑے فائدے سے ضرور محروم کر دیتی ہے۔ میری پہلی ڈاکومنٹری ایک سال میرے پاس پڑی رہی تھی۔ کوئی اسے خریدنے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔ ٹرائل کے لیے میں نے پھر اسے ایک جرنلسٹ کو دے دیا۔ اس نے اپنے بلاگ پر پوسٹ کر دی۔ بس پھر مت پوچھو۔۔۔ جن چینلز نے انکار کیا تھا۔ وہ اس کے رائٹس لینے کے لیے تڑپنے لگے' یہاں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک جنہیں اچھی چیز چاہیے۔۔۔ دوسرے جنہیں اچھی بکنے والی چیز چاہیے' جو انہیں فائدہ دے۔۔۔ تمہیں ایک سے انکار ہوا ہے۔ تم دوسرے کے پاس جاؤ۔"

ڈیرک نے ہی اس کے ساتھ مل کر تھوڑی بہت ریسرچ کی اور اس بار انہوں نے ان پاکستانی کمپنیز کو ویڈیو بھیجی جو اسٹوڈنٹ ویزا کا کام کرتے تھے۔ انہیں ایک دوسرے درجے کی ویزا کمپنی نے ہاں کہہ دی اور نسبتاً" اچھی رقم آفر کی۔ امرحہ نے ہاں کہہ دی۔۔۔ یہ ہاں اچھی رہی۔ کیونکہ اسی کمپنی نے چند اور ایک ایک۔۔۔ دو' دو منٹ کی ویڈیوز کے لیے امرحہ سے بات کی۔ انہیں مانچسٹر یونیورسٹی کے چند دوسرے ڈیپارٹمنٹس کی تفصیلات چاہیے تھیں۔ جو وہ اپنے اسٹوڈنٹس کو دکھا سکتے۔ امرحہ اور ڈیرک نے وہ بھی بنا کر بھیج دیں۔ امرحہ کو اچھا خاصا فائدہ ہوا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اگر یہی رفتار رہی تو وہ بہت جلد اپنا تھرٹی پرسنٹ کا قرض دائم کے ہاتھ میں تھما دے گی۔

☼ ☼ ☼

اس کی کفایت کا گراف اونچا ہوتا جا رہا تھا اور فضول

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

خرچی کا نہ ہونے کے برابر۔۔۔ سردیاں آچکی تھیں‘ تو اس نے اپنے لیے صرف گرم کوٹ لیے تھے۔ جو وہ پاکستان سے لائی تھی۔ وہ یہاں بے کار تھے۔ یہاں کی سردی اس کی سوچ سے بڑھ کر تھی۔

رات گئے ایک دن دادا کا فون آیا۔ اسے وہ کافی پریشان لگے۔

"پریشان نہ ہونا امرحہ۔۔۔ دھیان سے سنو تمہارے بابا ہسپتال میں۔۔۔ میں۔۔۔ پوری اعظم مارکیٹ میں آگ لگی تھی۔۔۔ بس واجد خود کو سنبھال نہ سکا۔"

"کیا ہوا دادا؟" وہ چلا اٹھی۔

"وہ ٹھیک ہے۔۔۔ سینے میں درد ہوا تھا اس کے۔"

"میری بات کروائیں۔"

"ابھی وہ ہوش میں نہیں ہے‘ تم دعا کرو۔۔۔"

وہ کمرے سے نکل کر باہر کا دروازہ کھول کر آسمان تلے آگئی۔۔۔ اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ ایسے جیسے دنیا کی ہر چیز اسے دباؤ سے مار ڈالے گی۔ سادھنا اس کے پیچھے آئی۔

"پاکستان میں سب ٹھیک ہے امرحہ۔۔۔؟"

"میرے بابا ہسپتال میں ہیں۔" اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔

وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ "وہ ٹھیک ہوجائیں گے۔"

وہ منہ اٹھا کر سادھنا کو دیکھنے لگی۔

"تم اتنا گھبرا کیوں رہی ہو۔۔۔ دو دن پہلے تم مجھے کہہ رہی تھیں۔ تم شیر جوان ہو۔"

"میرے اندر گھبراہٹ بڑھ رہی ہے۔ میرا دل پھٹا جارہا ہے۔"

"یہ گھبراہٹ نہیں مایوسی ہے۔۔۔ جب انسان مایوس ہوتا ہے اس کے اندر ایسے ہی ابال اٹھتے ہیں۔ اسے بے چین کردیتے ہیں۔ یہ مایوسی ہی ہے۔۔۔ ورنہ تم ایسے نکل کر باہر کو نہ بھاگتیں۔ اپنی عبادت کرتیں۔۔۔ پہلا کام رونے کا نہ کرتیں دعا کا کرتیں۔ خود کو سنبھالو۔۔۔ اپنے گھر والوں کا حال احوال لو۔۔۔"

وہ سادھنا کی طرف دنگ سی دیکھتی رہ گئی اور اندر کی طرف لپکی۔۔۔ فون کیا اور دادی‘ اماں سب کو جی جان لگا کر تسلی دی۔

"گھبرائیں نہیں‘ وہ ٹھیک ہوجائیں گے۔" اس کا انداز مضبوط تھا۔

"اگر انہیں کچھ ہوگیا تو۔۔۔" اماں روتی جاتی تھیں۔

"میرے پاس آپ کی مایوسیوں کے جوابات نہیں ہیں۔" دادا اس کی مختلف ڈاکٹرز سے بات کرواتے رہے۔ ٹھیک تین گھنٹے بعد انہیں ہوش آگیا اور دو دن بعد وہ گھر چلے گئے۔

دکان میں موجود بیس پچیس لاکھ کے قالین جل کر راکھ ہوچکے تھے۔ بابا کے سینے میں تکلیف کیوں نہ اٹھتی۔ کاروبار کے نام پر وہ کنگال ہوچکے تھے۔

پاکستان میں سب بے حد پریشان تھے کہ اب کیا ہوگا اور مانچسٹر میں وہ تن دہی سے ان معاملات کا حل نکالنے میں مصروف تھی۔ وہ فکر مند ضرور تھی۔ لیکن ہلکان یا پریشان نہیں۔

"واجد سود پر قرض لے رہا ہے۔" دادا نے فون پر جتایا۔

"سود پر؟" اسے دھچکا لگا۔

"ہاں۔۔۔ میری کوئی بات نہیں سن رہا۔ بنا سود کے قرض کہیں سے نہیں مل رہا۔"

"سود حرام ہے دادا۔" اسے دکھ ہوا جان کر۔

"یاد ہے مجھے اور واجد کو بھی یاد دلایا ہے۔ کہتا ہے سود نہیں ہے۔ بس وہ قرض پر منافع لیں گے۔" دادا آبدیدہ ہوگئے۔ "یا وہ گھر بیچے گا یا قرض لے گا۔ ورنہ دکان کیسے چلائے گا۔"

"بابا سے کہیے گا قرض نہ لیں‘ میں کچھ کرتی ہوں۔"

"تم کیا کروگی؟" دادا حیران ہوئے۔

"کیوں۔۔۔ بہت کچھ کرسکتی ہوں میں۔۔۔ جہاں ایک مشکل آتی ہے وہاں دائیں بائیں سو حل آتے ہیں۔ میں دائیں بائیں اوپر نیچے دیکھتی ہوں‘ حل ضرور کہیں آس پاس ہی ہے۔"

اس نے اب تک کی اپنی جمع کی گئی۔ تنخواہ اور ڈاکومنٹریز سے ملنے والے پیسے بابا کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروادیے۔۔۔ وہ پاکستانی چند لاکھ تھے۔ فی الحال اتنے بھی کافی تھے۔ پھر کافی سوچ بچار کے بعد اس نے لیڈی مہر کے سامنے اپنا مسئلہ رکھا۔

انہوں نے خاموشی سے ایک چیک کاٹ دیا۔ وہ حیران چیک دیکھتی رہ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ لیڈی مہر اسے مشورہ دیں گی کہ ایسے کرلو یا ویسے کرلو۔ لیکن انہوں نے مناسب رقم کا ایک چیک اسے لکھ دیا۔

"یہ قرض ہے۔" انہوں نے اسے یاد دلایا۔

"جی بالکل۔۔۔" اس نے سرہلایا۔

"تمہیں معلوم ہے امرحہ! کہ میں تمہیں اور تم جیسی کئی لڑکیوں کو یہاں مفت بھی رکھ سکتی ہوں۔ لیکن میں ایسا نہیں کرتی۔۔۔ اگر ایسا کیا میں نے تو تمہیں بے کار اور ناکارہ بنادوں گی۔۔۔ میرا ایک بیٹا اسی شہر میں رہتا ہے اور وہ میرے ساتھ نہیں رہتا۔ میں نے اسے کوشش اور مسلسل کوشش کرتے رہنا سکھایا ہے۔ میرے اس آرام دہ گھر کے شاہانہ بستروں پر اسے نیند نہیں آتی۔ میں اپنے بچوں کو اس دنیا کے کامیاب ترین انسان بنے دیکھنا چاہتی ہوں اور ایسا انسان بننے کے لیے انہیں ایک شاہانہ نہیں محنت کی زندگی گزارنی پڑے گی۔ انہیں زیرو ہونا پڑے گا‘ تاکہ وہ زیرو کے آگے اعداد لکھ کر اپنے نمبر بڑھا سکیں۔ میرے بابا ایک کسان تھے۔ اسکاٹ لینڈ میں ان کا اپنا فارم ہاؤس تھا۔ وہ کہا کرتے تھے۔ "محلوں میں زندگی گزارنے والے بدقسمت ترین لوگ ہیں‘ کیونکہ وہ ناکارہ ہیں۔" وہ اپنے مٹی سے اٹے ہاتھ اٹھا کر اعلان کرتے۔ "خوش قسمت تو ہم ہیں۔۔۔ کیونکہ ہم کار آمد ہیں۔ زندگی ہم میں سانس لیتی ہے۔۔۔ زندگی ہم میں دھڑکتی ہے۔" میں یہ رقم تمہیں ویسے بھی دے سکتی ہوں۔ اللہ نے مجھے بہت دیا ہے۔۔۔ لیکن یہ قرض اس لیے ہے۔ تاکہ اسے واپس کرنے کے لیے تم خود کو کار آمد بناؤ۔۔۔ ٹھیک ہے؟"

"جی۔ ٹھیک ہے۔"

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

- گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
- نئے بال اگاتا ہے۔
- بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔
- مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔
- ہر موسم میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

قیمت =/100 روپے

سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہٰذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جاسکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف =/100 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

2 بوتلوں کے لئے ---------- =/250 روپے
3 بوتلوں کے لئے ---------- =/350 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37-اردو بازار، کراچی۔

فون نمبر: 32735021

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس نے چیک بھی بابا کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروادیا۔ بابا کا فوراً "فون آیا۔

"امرحہ۔۔۔ اتنے پیسے۔۔۔ کہاں سے آئے اتنے پیسے؟"

"میں نے اپنی لینڈ لیڈی سے بنا سود کے ادھار لیے ہیں۔۔۔ اور کچھ میرے اپنے جمع کیے گئے ہیں۔"

"تم نے کیسے جمع کیے؟" دادا کے سوا کسی کو نہیں معلوم تھا کہ وہ وہاں جاب کرتی ہے۔ ایک ' دو بار دادا نے بابا سے کہا کہ امرحہ کو پیسے بھیجنے چاہئیں ' تاکہ وہ اپنی چھوٹی بڑی ضروریات پوری کرسکے تو بابا نے چند ہزار پاکستانی دادا کے حوالے کیے کہ اس سے اس کے تین ' چار ماہ آرام سے گزر جائیں گے۔ امرحہ نے وہ پیسے دادا کے پاس ہی رہنے دیے۔

"میں جاب کرتی ہوں بابا۔"

"جاب۔۔۔ تم کام کرتی ہو وہاں۔۔۔ تم نے تو کبھی پاکستان میں چھوٹی سی بھی جاب نہیں کی۔"

"نہیں کی۔ غلطی کی۔۔۔ اب کررہی ہوں اور بہت خوش ہوں۔ بابا! یہاں سب کرتے ہیں۔"

بابا آب دیدہ ہوگئے۔ زندگی میں پہلی بار اس کے لیے۔ "امرحہ! تم کب اتنی سمجھ دار ہوگئیں۔ علی اور حماد کو کھیلنے کودنے سے فرصت نہیں ہے اور تم نے مجھے وہاں سے لاکھوں بھیج دیے۔ میں نے تو تمہیں وہاں جانے کے لیے ایک روپیہ نہیں دیا تھا۔"

"علی اور حماد کو کھیلنے کودنے سے اس لیے فرصت نہیں ہے بابا کیونکہ آپ نے انہیں کھیل کود میں مصروف رکھا ہے۔ ان پر سختی کریں۔ اگر وہ پڑھنا نہیں چاہتے تو انہیں کوئی ہنر سکھائیں۔ ہم خود ہی تو اپنے بچوں کو ایسی آرام و آسائش کی زندگی دیتے ہیں۔ ہم خود ہی تو انہیں ناکارہ بنادیتے ہیں۔"

بابا خاموشی سے سنتے رہے۔ "تمہارے دادا نے کہا تم وہاں بڑی کلاس میں پڑھ رہی ہو۔ مجھے یقین آرہا ہے کہ واقعی تم بڑی کلاس میں پڑھ رہی ہو۔ مجھے بتاؤ میں اور کیا ' کیا کروں؟"

بابا کی یہ بات "مجھے بتاؤ ' میں اور کیا ' کیا کروں" نے اس کے دل کی دھڑکن تیز کردی۔ خوشی سے اس کا برا حال ہوگیا۔

"بابا! پہلے تو سب کو کفایت کی عادت ڈالیں۔ فضول خرچی ترک کردیں۔ علی اور حماد سے کہا کریں صبح جلدی اٹھا کریں۔ دانیہ سے کہیں کہ وہ ساتھ ساتھ کوئی جاب کرے۔ بابا اپنے ذہن پر کوئی دباؤ نہ رکھیں۔ جو نقصان ہوگیا ہمارا اسی میں فائدہ ہوگا۔ ایک چھوٹا نقصان ہمیں بڑے نقصان سے محفوظ رکھتا ہے۔ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ بس یہی کافی ہے۔ آپ بس محنت سے نئے سرے سے اپنا کام کریں اور میری خواہش ہے کہ آپ یتیم خانے کے بچوں کو بلواکر انہیں دکان میں بٹھا کر کھانا کھلائیں۔"

"میں خود جاکر انہیں لاؤں گا اور کھانا کھلاؤں گا۔۔۔ اور بتاؤ۔"

وہ آب دیدہ سی ہوگئی اور بابا سے کہہ نہ سکی کہ یہ والدین ہی ہوتے ہیں۔ جو اپنی اولاد کو وہ کل پرزے بناتے ہیں جو زندگی کی گاڑی میں شان سے فٹ ہوجاتے ہیں اور گاڑی چھکا چھک دوڑتی چلی جاتی ہے اور اگر والدین ان ہی پرزوں کو کند کردیں تو زندگی کی گاڑی جام ہوکر بند ہوجاتی ہے اور بہرحال اس کا ذمہ پہلے سربراہ پر آتا ہے ' کیونکہ نومولود اپنے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔

"بس بابا! اپنا خیال رکھیں اور کبھی دل چھوٹا مت کیجیے گا۔"

"میری دکان پھر سے چل نکلی تو میں تمہیں پیسے بھیجا کروں گا۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے بابا۔۔۔! میرے پاس میری ضرورت کے لیے کافی پیسے ہوتے ہیں۔"

"تم تھک جاتی ہوگی؟"

"بالکل نہیں۔۔۔ مجھے اچھا لگتا ہے سب کرنا۔"

☼ ☼ ☼

کرسمس آنے میں ابھی وقت تھا۔ موسم اس کی سوچ سے زیادہ ٹھنڈا ہوچکا تھا۔ یونیورسٹی میں وہ ہر وقت مونگ پھلی کھاتی ہوئی پائی جاتی اور جس تعداد میں اس کی ہائے ہیلو بڑھ چکی تھی یونیورسٹی میں اسی حساب سے جتنی مونگ پھلی منہ میں جاتی تھی ' اس سے کہیں زیادہ دوسروں کے ہاتھوں میں جاتی تھی۔ اب روز کی کلو دو کلو مونگ پھلی تو وہ نہیں لے سکتی تھی نا' اس لیے جہاں ذرا سا سناٹا سا دیکھتی ' منہ میں ڈال لیتی۔ ایک دن ایسا کرتے اسے اپنے پیچھے عالیان کا قہقہہ سنائی دیا۔

"کتنی چالاک ہو تم ' کیسے چھپ چھپ کر کھا رہی ہو۔"

"نہیں تو۔۔۔" وہ صاف مکر گئی۔

امرحہ انگلش لٹریچر کی اسٹوڈنٹ تھی اور عالیان بزنس کا۔۔۔ اور امرحہ تو پھر اپنی عادت کے مطابق پوری یونیورسٹی کا ہفتے میں ایک چکر ضرور لگالیتی۔ ورنہ حصوں میں تو ضرور ہی چکر کو مکمل کرلیتی۔ لیکن عالیان کم ہی کہیں چلتا پھرتا ' کھڑا ٹہلتا نظر آتا۔ ہاں کبھی کبھی وہ ایسے ہوجاتا کہ ہر وقت ہر ایک کو نظر آتا اور کبھی ایسے کہ ہر کوئی اس کا پوچھ رہا ہوتا کہ وہ کہاں ہے۔

اب وہ پھر ایسے اچانک سے نمودار ہوا تو امرحہ کو اچھا لگا۔ اس نے جیب سے مونگ پھلی نکال کر اسے دی اور ساتھ ساتھ وہ اسے بتاتی رہی کہ لاہور میں مونگ پھلی کیسے بکتی ہے۔ کیسے اسے گرم کیا جاتا ہے۔ کیسے ہیٹر کے پاس بیٹھ کر اسے اڑایا جاتا ہے۔ پھر اس نے اسے بتایا کہ بچپن میں وہ مونگ پھلی کے چھلکوں کے ڈھیر کو چپکے چپکے کھنگالا کرتی تھی کہ اس میں سے اسے کوئی مونگ پھلی مل ہی جائے۔ عالیان دیر تک ہنستا رہا۔

"میں یقین کرتا ہوں۔۔۔ مجھے یقین ہے ' تم نے یہی کیا ہوگا۔"

وہ ہنستا رہا۔ پھر اپنی انگلی کی پور سے اپنی آنکھ کی نمی صاف کی اور اپنے کراس بیگ میں اس سے مونگ پھلی بھرواکر اپنی کلاس لینے چلا گیا اور پھر وہ اسے ایک ایسے وقت نظر آیا کہ اس نے حیرت سے کتاب بند کردی۔ رات بارہ بجے سے کچھ پہلے کا وقت تھا۔ وہ اپنے کمرے میں پڑھ رہی تھی اور اپنے کمرے کی کھڑکی سے ذرا دور گھر کے دوسرے کنارے کی طرف اسے وہ نظر آیا۔ پہلے اس نے سر کو اٹھا کر جیسے سارے گھر کا بھرپور جائزہ لیا۔ پھر وہ ایک کھڑکی کی طرف بڑھا۔ امرحہ نے جھٹ اپنے کمرے کی بتی بجھادی اور کھڑکی سے سر نکال کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ اس کھڑکی سے اچھل اچھل کر اندر جھانک رہا تھا۔ پھر اس نے یہی کام دوسری کھڑکیوں کے ساتھ کیا۔ پھر وہ کھڑکی کی چوکھٹ پر کھڑا ہوکر پائپ کا سہارا لے کر اوپر کی منزل کے ایک بیڈ روم کی کھڑکی میں جھانکنے لگا۔ امرحہ کا حیرت سے برا حال تھا۔ وہ اتنی مشاقی سے یہ سب کررہا تھا جیسے اسپائیڈر مین ہو اور ایک عرصے سے ایسے کرتب کرتا رہا ہو۔ پھر وہ اس کھڑکی سے زمین پہ کود آیا اور ٹہلنے سا لگا۔ امرحہ نے سر کو ذرا پیچھے کرلیا۔ اب وہ اسی۔ کھڑکی کے پاس آرہا تھا۔ امرحہ نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ وہ اسی کی کھڑکی کے پیچھے کھڑا تھا۔ اب وہ کھڑکی بھی بند نہیں کرسکتی تھی۔ وہ دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے چند منٹ انتظار کیا اور کھڑکی سے پیچھے جھانکنے کے لیے آگے ہوئی اور اس کی چیخ نکل گئی۔ عالیان ایک دم سے اس کے سامنے آیا۔۔۔ وہ کھڑکی پر چڑھ چکا تھا۔

"امرحہ۔۔۔!" عالیان نے سرگوشی سی کی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY